رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم اپنی حالت نہ بدلے

جلد ۱۶ نمبر ۴

Digitized by Khilafat Library

۲۸ - جنوری سنہ ۱۹۱۲ء

قادیان دار الامان

الحکم

ایڈیٹر
شیخ یعقوب علی تراب احمدی

شرح قیمت بوہر حال میں پیشگی لی جائیگی

عوام سے ۳ روپے
خواص سے ۵ روپے
ہندوستان سے باہر ۷ روپے
غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے ۲ روپے

چہ گوئم باتو گرائی جیا در قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہوتا ہے

مطبع انوار احمدیہ ... دار الامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک و ایڈیٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا
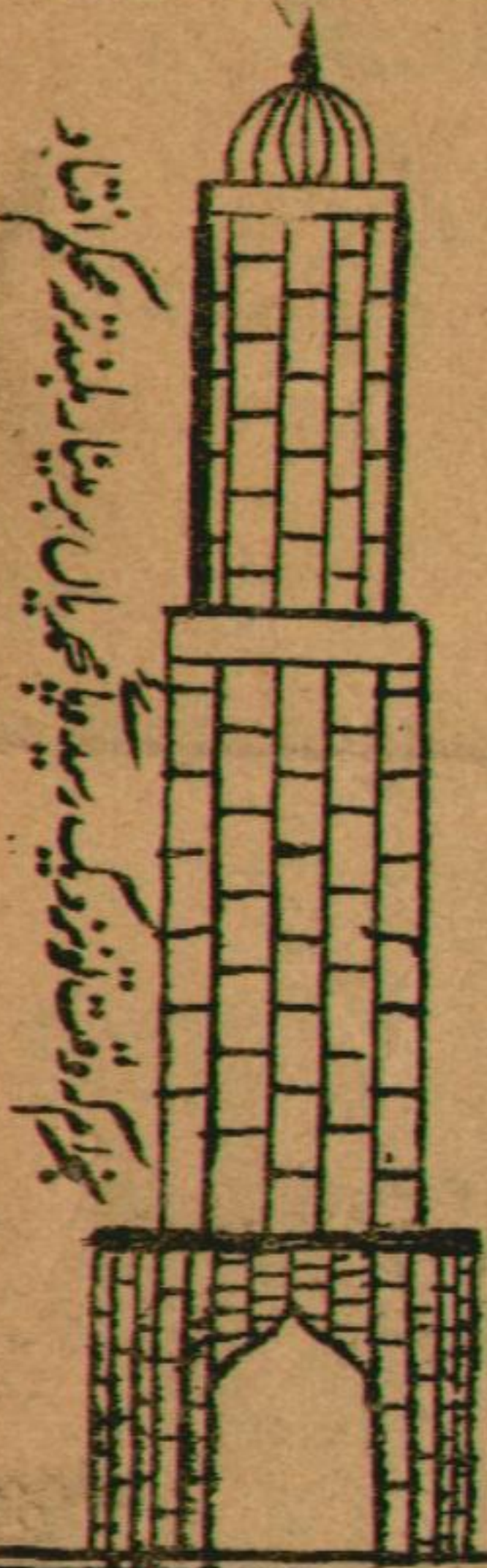
قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت انسان کی سعادت ہے۔ اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ

تلاوت کی اصلی غرض عمل ہے۔

علمی اور اعتقادی قوتوں کا نشو ونما اسوقت تک نہیں ہوتا جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے۔ اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ترجمۃ القرآن شروع کیا گیا ہے۔ اور اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں۔ اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجاز قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ اور

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نورالدین خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)

کے درس سے لئے ہوئے نوٹوں اور آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت **مسیح موعود** مغفور کی تحریروں۔ ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں ان کو کیا آپ نے ابتک نہیں پڑھا تو ضرور پڑھیں کہ اس میں نور ہدایت اور شفا ہے۔

ہدیہ فی پارہ ایکروپیہ (عہ)

نوٹ آٹھ پارے تیار ہیں۔ آٹھوں کے اکٹھے خریدار سے آٹھ روپے (عہ/) معہ محصولڈاک

دفتر الحکم قادیان ضلع گورداسپور سے درخواست کرو

کارخانہ الحکم کی رعائتی کتب کا اعلان

سالانہ جلسہ کی تقریب پر کارخانہ الحکم کی قیمتی کتابوں میں جو رعایت کی گئی تھی (اور جملہ کتابیں نصف پر فروخت ہوئیں اس سے ان لوگوں کو فائدہ اٹھانیکا موقعہ دینے کے لئے جو جلسہ پر نہیں آسکے اعلان کیا جاتا ہے کہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۲ء تک یہ کتابیں رعائتی قیمت پر ملینگی۔ سوائے ترجمۃ القرآن پارہ نمبر ۱۵۔ اور بجربات نوردین جلد سوم کے

فہرست کتب

ترجمۃ القرآن پارہ نمبر ۲۴ خلاصہ ۲۴ فی پارہ ایکروپیہ رعائتی قیمت ۸؍

حقیقت نماز مسئلہ نماز پر جامع تصنیف قیمت ۱؍ رعائتی ۸؍

رپورٹ جلسہ ۱۸۹۷ء حضرت اقدس اور بزرگان قوم کی تقریروں کا مجموعہ رعائتی ۸؍

تفسیر سورہ بقر رعائتی قیمت ۸؍

بجربات نوردین قیمت ۱۰

روحِ گڑالوی قیمت ۵؍ رعائتی قیمت ۲؍

اصلاح النظر آریوں کے رد میں رعائتی قیمت ۱؍

ترجمۃ القرآن پارہ نمبر ۱۲ (پارہ نمبر ۱۵ سورہ بنی اسرائیل اور کہف) قیمت ۱؍

الہامات و اشتہارات ۱۹۰۵ء قیمت ۱؍

حضرت اقدس کی تقریر اور ایک خط قیمت ۱؍

محصولڈاک بذمہ خریدار

المشتہر

خاکسار یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور

بچوں کی تندرستی

والدین کیلئے ہمیشہ فکر سے تعلق خاطر رہتا ہے۔ بچہ اگر سست اور پژمردہ اور بھوک کم ہو تو اس کو فوراً

اسکاٹس ایملشن

دینا چاہیے اسکو دودہ میں چند قطرے ملا کر دینے سے بچہ میں بڑا ترقی ہو جاتا ہے۔ اور وہ خوش و بشاش ہو جائیگا۔ جو تندرستی کی یقینی علامت ہے۔ استعمال کے چند روز بعد نتیجہ معلوم ہو جاتا ہے ہاتھ سے نہیں چھوڑا جاتا

اسکاٹ اینڈ بون لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کیمسٹ لنڈن

الحکم قادیان دارالامان
۲۸- جنوری ۱۹۱۲ء

اسلامی تعلیم کی فلاسفی

(نمبر اول)

آگرہ کے آریہ مسافر کی تحریروں پر مَیں نے بہت ہی کم نوٹس لیا ہے اور اُس کی وجہ اُس کی زبان- اُس کا لہجہ- اور اُس کا طرز بیان ہے مَیں ہر شخص کا حق سمجھتا ہوں- کہ جو بات کسی مذہب کے متعلق سمجھ میں نہ آوے- وہ اُس پر اعتراض کرے- مگر یہ امر شیوہ انسانیت سے بعید ہے- کہ اس اعتراض کو ناگوار اور رنجیدہ طریق سے پیش کیا جاوے- اسی بدمذاقی اور بے اصولی نے حق و باطل میں التباس کر دیا ہے- اور بہت ہی کم وہ لوگ ہیں- جو محض حق جوئی کے لئے کوئی بات مُنہ سے کہتے ہوں- آریہ مسافر نے تو اپنا مشن ہی بیقرار دے رکھا ہے- شروع سال سے اُس نے "اسلامی شاستروں کی فلاسفی" کے عنوان سے اسلام کی پاک تعلیم پر اعتراض کرنے کا نیا سلسلہ شروع کیا ہے- میرا خیال تھا- کہ وہ اخبار جو خصوصیت سے آریہ مسافر کے اعتراضات کا جواب دینے کے مدعی ہیں- اس پر توجہ کریں گے- مگر اب تک اُن کی طرف سے خاموشی ہے- اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ آریہ مسافر کے اس سلسلہ پر مَیں کچھ لکھوں- وباللہ التوفیق

مذہب اسلام کا مدار کس پر ہے؟

مسافر کہتا ہے کہ "قرآن شریف کے بعد مسلمانوں کے مذہب کا دارومدار کتب حدیث پر ہے- بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ مسلمانی مذہب کا دارومدار زیادہ تر کتب احادیث پر ہی ہے کیونکہ قرآن میں ہر ایک آیت مختصر- مطلب پیچیدہ اور بہت سی آیات بالکل معمہ اور بے معنی ہیں- علاوہ بریں عام مسلمان قرآن کو سمجھ بھی نہیں سکتے"۔

معزز ناظرین! خدا کے لئے انصاف کریں- کہ جس شخص کی واقفیت مذہبی کا یہ حال ہو- کہ اسے اتنا بھی معلوم نہ ہو- کہ تعلیم اسلام کا مدار کس چیز پر ہے- وہ آج اسلام پر اعتراض کرنے کا حوصلہ کرتا ہے- یہ جرأت اور دلیری ایسے لوگوں کا کام ہو سکتا ہے- جو اپنے پہلو میں ناخدا ترس دل اور کانشنس سُن رکھتے ہوں- پھر جو دعویٰ مہاشہ جی نے کیا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب کا مدار کتب احادیث ہی پر ہے- اس کے دلائل جو آپ نے پیش کئے ہیں- وہ بجائے خود پانچ دعوے ہیں- جن پر مَیں نے نمبر دیدیئے ہیں- جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

گمراہ مسافر دعویٰ اور دلیل میں فرق نہیں جانتا

گالیاں دینا اور بات ہے اور معقول اور مدلل بات پیش کرنا اور- مَیں مہاشہ جی کی اپنی واقفیت اور عوام کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے پہلے یہ بحث پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے مذہب کے جاننے کے لئے کیا ذرائع ہیں اور

قرآن و حدیث میں کیا تعلق ہے؟

پس معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل اسلام خواہ وہ کسی بھی فرقے کے ہوں اپنے مذہب کا مدار قرآن مجید پر رکھتے ہیں- اور کتاب اللہ کو دیگر حجج شرعیہ پر مقدم اور امام ٹھہراتے ہیں- کیونکہ کتاب اللہ کے پایہ اور مرتبہ کو اور کسی کا مرتبہ نہیں پہنچتا- قرآن کریم وحی متلو ہے- اور اس کے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے میں وہ اہتمام ہوا ہے- کہ یہ کام خود اللہ تعالیٰ نے آپ کیا- جیسا کہ فرمایا

انا علینا جمعه وقرانه اور پھر **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون**- کسی اور کتاب کو یہ درجہ اور رتبہ نہیں ملا- پس قرآن کریم بہرحال امام اور مقدم ہے اور قرآن کریم کے بعد جو ذریعہ اسلامی تعلیم کے معلوم کرنے کا ہمارے ہاتھ میں ہے وہ

سُنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہے

سُنت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور قرآن کریم کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہیگی- یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو- کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سُنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا فعل جو بجائے خود قرآن مجید کی تصویر ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو ایک اعلیٰ درجہ کی فقیہہ اور دقیقہ رس خاتون تھی- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کی تفسیر ان الفاظ میں کرتی ہے-

کان خلقه قرانا

یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و سیرۃ کا اگر علم حاصل کرنا چاہیے- تو قرآن کریم کو دیکھ لو- اور یہ ضروری بھی تھا- کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور اطاعت اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کا ذریعہ قرار دی گئی ہے- جیسا کہ قرآن مجید ہی میں فرمایا **قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله** یعنے اگر تم چاہتے ہو- کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ- تو میری (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اتباع کرو- اب جبکہ اللہ تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل سے وابستہ ہے اور دوسری جگہ فرمایا **لکم فی رسول الله اسوۃ حسنة** تمہارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

اسوہ حسنہ ہے

تو پھر سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک لازمی جزو تعلیم اسلام کا ٹھہرا- اور یہ کوئی نئی اور نرالی بات نہیں ہے- سُنت اللہ اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جب جب انبیاء علیہم السلام دنیا میں آتے ہیں اور وہ ہدایات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس آتی ہیں- وہ تبلیغ کے ساتھ اپنے فعل اور عمل سے اس کلام الٰہی کی تفسیر کرتے رہتے ہیں- تاکہ اُس کلام الٰہی کا سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل نہ ہو- یہ عملی ہدایت نامہ تواتر کے ساتھ دُنیا میں جاری ہو جاتا ہے اور اس وقت تک جو ہدایات و تعلیمات اسلام ہم تک پہنچی ہیں- اگر کوئی بھی ذریعہ نہ ہوتا تو بھی سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا زبردست ذریعہ تھا کہ وہ تعلیمات گم نہیں ہو سکتی تھیں- ہاں سُنت کے بعد تیسرا ذریعہ ہدایت کا احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ بھی ہیں- لیکن ایسا قیاس کرنا کہ احادیث نعوذ باللہ قرآن کریم یا سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم اور امام ہیں ایک ایسا افترا ہے جو مسلمانوں کا کوئی گروہ اس کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا-

پس یہ پہلی اور خطرناک غلطی ہے- جو گمراہ مسافر نے کھائی ہے- کہ مسلمانوں کے مذہب کا مدار احادیث پر ٹھہرایا- حالانکہ مجرد احادیث کے لفظ میں ہر قسم کی احادیث صحیح اور غیر صحیح شامل ہو سکتی ہیں محدثین نے احادیث کی صحت و قوت کے لئے جو قواعد ترتیب دیئے ہیں- ان پر بحث کرنا اس وقت ضروری نہیں معلوم ہوتا- مگر اتنا کہتے ہیں ہم رک نہیں سکتا- کہ احادیث کی صحت اور قوت استدلال کے متعلق ایک موٹا اور کبھی خطا نہ کرنے والا عام فہم اصل یہ ہے کہ جو احادیث قرآن مجید اور سُنت صحیحہ کے خلاف نہیں وہ قبول کی جاتی ہیں اور باقی کی نہیں تاویل کرنی پڑے گی- اور اگر کسی طرح پر وہ قرآن مجید اور سُنت صحیحہ سے مطابقت نہیں کھاتی تو افسوس کے ساتھ ہم اسے رد کر دیں گے-

اس قدر بیان کے بعد مَیں گمراہ مسافر کے ان لایعنی دعاوی کی طرف توجہ کرتا ہوں- جو اُس نے قرآن مجید کی نسبت کئے ہیں اور جن پر مَیں نے تمیز کے نشان لگا دیئے ہیں- قرآن کریم کی آیات کے متعلق یہ کہنا کہ ہر ایک آیت مختصر اور مطلب پیچیدہ ہے- ایک ایسا بیہودہ دعویٰ ہے- کہ بجز ایسے شخص کے جس نے قرآن مجید پر کبھی تدبر نہ کیا ہو کوئی نہیں کر سکتا اور یا وہ شخص کر سکتا ہے جو حد درجہ کا باطل پرست اور یاوہ گو ہو-

قرآن مجید کی ہر آیت آیت اسی لئے کہلاتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام ہونے کا زبردست نشان ہے اور بجز ایسے شخص کے جس کے دل و دماغ ممسوخ ہوں- اس کا آیت ہونا کیا بلحاظ اس کی ترتیب کلام اور اسلوب بیان کے اور کیا بلحاظ معانی اور حقائق کے سمجھ میں آجاتا ہے اور آجتک کسی معترض نے کوئی آیت پیش نہیں کی جو اس معیار پر پوری نہ اُتری ہو-

مَیں نہیں جانتا مختصر سے گمراہ مسافر کی کیا مراد ہے خیر الکلام ما قل ودل- اگر اُس نے پڑھا نہیں تو سُنا ضرور ہوگا- اعلیٰ درجہ کے محرر اور مقرر کی یہی خوبی ہوتی ہے- کہ وہ تھوڑے الفاظ میں بہت سے مطالب کو ادا کر سکے اور یہ خوبی عربی زبان میں نہایت شان کے ساتھ نظر آتی ہے- اور یہ

قرآن مجید کا بہت بڑا اعجاز ہے

مجھے ایک واقعہ یاد آگیا- مَیں اسے ذوق مضمون کے سلسلہ میں یہاں ضمناً درج کر دیتا ہوں- ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور انگریزی اور عربی زبان کی وسعت اور مطلب خیزی پر گفتگو ہو رہی تھی- حضرت نے فرمایا کہ عربی زبان میں وسعت مطالب بہت ہے اور وہ نہایت تھوڑے الفاظ میں بڑے مطالب کو ادا کر سکتی ہے اس وقت آپ نے پوچھا کہ بھلا انگریزی میں میرا پانی کو کیا کہتے ہیں- ایک انگریزی خوان نے بتایا کہ My water مائی واٹر- آپ نے فرمایا کہ عربی میں صرف مائی کہنے سے کام چل جاتا ہے-

غرض اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ عربی زبان تھوڑے الفاظ میں بہت بڑے مطالب اور معانی کو ادا کر سکتی ہے اور یہ خوبی اور اعجاز ہے اور قرآن مجید میں یہ اعجاز نہایت ہی اعلیٰ درجہ پر پایا جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ یہ خوبی آگرہ کے مسافر کی نظر میں عیب ہے سچ ہے **ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است**-

ہاں قرآن مجید کی آیات نہایت مفصل ہیں- اور قرآن مجید کی بجائے خود یہ شان اور دعویٰ اس میں موجود ہے کتاباً مفصلاً

الحکم قادیان دارالامان
۲۸-جنوری ۱۹۱۲ء

اسلامی تعلیم کی فلاسفی

(نمبر اول)

آگرہ کے آریہ مسافر کی تحریروں پر مَیں نے بہت ہی کم نوٹس لیا ہے اور اس کی وجہ اُس کی زبان۔ اُس کا لہجہ۔ اور اُس کا طرز بیان ہے مَیں ہر شخص کا حق سمجھتا ہوں۔ کہ جو بات کسی مذہب کے متعلق اسے سمجھ میں نہ آوے۔ وہ اُس پر اعتراض کرے۔ مگر یہ امر شیوہ انسانیت سے بعید ہے۔ کہ اس اعتراض کو ناگوار اور رنجیدہ طریق سے پیش کیا جاوے۔ اسی بدمذاقی اور بے اصولی نے حق و باطل میں التباس کر دیا ہے۔ اور بہت ہی کم وہ لوگ ہیں۔ جو محض حق جوئی کے لئے کوئی بات منہ سے کہتے ہوں۔ آریہ مسافر نے تو اپنا مشن ہی یہ قرار دے رکھا ہے۔ شروع سال سے اُس نے "اسلامی شاستروں کی فلاسفی" کے عنوان سے اسلام کی پاک تعلیم پر اعتراض کرنے کا نیا سلسلہ شروع کیا ہے۔ میرا خیال تھا۔ کہ وہ اخبار جو خصوصیت سے آریہ مسافر کے اعتراضات کا جواب دینے کے مدعی ہیں۔ اس پر توجہ کریں گے۔ مگر ابتک اُن کی طرف سے خاموشی ہے۔ اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ آریہ مسافر کے اس سلسلہ پر مَیں کچھ لکھوں۔ سو باللہ التوفیق

مذہب اسلام کا مدار کس پر ہے؟ مسافر کہتا ہے کہ "قرآن شریف کے بعد مسلمانوں کے مذہب کا دار و مدار کتب حدیث پر ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ مسلمانی مذہب کا دار و مدار زیادہ تر کتب احادیث پر ہی ہے کیونکہ قرآن میں ہر ایک آیت مختصر۔ مطلب پیچیدہ اور بہت سی آیات بالکل مہمل اور بے معنی ہیں۔ علاوہ بریں عام مسلمان قرآن کو سمجھ بھی نہیں سکتے"

معزز ناظرین! خدا کے لئے انصاف کریں۔ کہ جس شخص کی واقفیت مذہبی کا یہ حال ہو۔ کہ اسے اتنا بھی معلوم نہ ہو۔ کہ تعلیم اسلام کا مدار کس چیز پر ہے۔ وہ آج اسلام پر اعتراض کرنے کا حوصلہ کرتا ہے۔ یہ جرأت اور دلیری ایسے لوگوں کا کام ہو سکتا ہے۔ جو اپنے پہلو میں ناخدا ترس دل اور کانشنس سُن رکھتے ہوں۔ پھر جو دعویٰ مہاشہ جی نے کیا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب کا مدار کتب احادیث ہی پر ہے۔ اس کے دلائل جو آپ نے پیش کئے ہیں۔ وہ بجائے خود پانچ دعوے ہیں۔ جن پر مَیں نے نمبر دیدیئے ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

گمراہ مسافر دعوے اور دلیل میں فرق نہیں جانتا کا بیان دیا اور بات ہے اور معقول اور مدلل بات پیش کرنا اور ہے مہاشہ جی کی اپنی واقفیت اور عوام کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے پہلے یہ بحث پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے مذہب کے جاننے کے لئے کیا ذرائع ہیں اور

قرآن و حدیث میں کیا تعلق ہے؟

پس معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل اسلام خواہ وہ کسی بھی فرقے کے ہوں اپنے مذہب کا مدار قرآن مجید پر رکھتے ہیں۔ اور کتاب اللہ کو دیگر حجج شرعیہ پر مقدم اور امام ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ کے پایہ اور مرتبہ کو اور کسی کا مرتبہ نہیں پہنچتا۔ قرآن کریم وحی متلو ہے۔ اور اس کے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے میں وہ اہتمام ہوا ہے۔ کہ یہ کام خود اللہ تعالیٰ نے آپ کیا۔ جیسا کہ فرمایا انّ علینا جمعه و قرآنه اور پھر انّا نحن نزّلنا الذکر وانّا له لحافظون۔ کسی اور کتاب کو یہ درجہ اور رتبہ نہیں ملا۔ پس قرآن کریم بہرحال امام اور مقدم ہے اور قرآن کریم کے بعد جو ذریعہ اسلامی تعلیم کے معلوم کرنے کا ہمارے ہاتھ میں ہے وہ

سُنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہے

سُنت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور قرآن کریم کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہیگی۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو۔ کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سُنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا فعل جو بجائے خود قرآن مجید کی تصویر ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ جو ایک اعلیٰ درجہ کی فقیہہ اور دقیقہ رس خاتون تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کی تفسیر ان الفاظ میں کرتی ہے۔

کان خلقه قرآنا

یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و سیرۃ کا اگر علم حاصل کرنا چاہو۔ تو قرآن کریم کو دیکھ لو۔ اور یہ ضروری بھی تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور اطاعت اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کا ذریعہ قرار دی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید ہی میں فرمایا قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله یعنے اگر تم چاہتے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ۔ تو میری (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اتباع کرو۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل سے وابستہ ہے اور دوسری جگہ فرمایا لکم فی رسول الله اسوة حسنة تمہارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

اسوہ حسنہ ہے

تو پھر سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک لازمی جزو تعلیم اسلام کا ٹھہرا۔ اور یہ کوئی نئی اور نرالی بات نہیں ہے۔ سُنت اللہ اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جب جب انبیاء علیہم السلام دنیا میں آتے ہیں اور وہ ہدایات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس آتی ہیں۔ وہ تبلیغ کے ساتھ اپنے فعل اور عمل سے اس کلام الٰہی کی تفسیر کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ اُس کلام الٰہی کا سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل نہ ہو۔ یہ عملی ہدایت نامہ تواتر کے ساتھ دُنیا میں جاری ہو جاتا ہے اور اس وقت تک جو ہدایات و تعلیمات اسلام ہم تک پہنچی ہیں اگر کوئی بھی ذریعہ ہوتا تو بھی سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا زبردست ذریعہ تھا کہ وہ تعلیمات گم نہیں ہو سکتی تھیں۔ ہاں سنت کے بعد تیسرا ذریعہ ہدایت کا احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ بھی ہیں لیکن ایسا قیاس کرنا کہ احادیث نعوذ باللہ قرآن کریم یا سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم اور امام ہیں ایک ایسا افترا ہے جو مسلمانوں کا کوئی گروہ اس کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا۔

پس یہ پہلی اور خطرناک غلطی ہے۔ جو گمراہ مسافر نے کھائی۔ کہ مسلمانوں کے مذہب کا مدار احادیث پر ٹھہرایا۔ حالانکہ مجرد احادیث کے لفظ میں ہر قسم کی احادیث صحیح اور غیر صحیح شامل ہو سکتی ہیں محدثین نے احادیث کی صحت و قوت کے لئے جو قواعد ترتیب دیئے ہیں۔ ان پر بحث کرنا اس وقت ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ مگر اتنا کہنے سے مَیں رُک نہیں سکتا۔ کہ احادیث کی صحت اور قوت استدلال کے متعلق ایک موٹا اور کبھی خطا نہ کرنے والا عام فہم اصل یہ ہے کہ جو احادیث قرآن مجید اور سُنت صحیحہ کے خلاف نہیں وہ قبول کی جاتی ہیں اور باقی کی ہمیں تاویل کرنی پڑے گی۔ اور اگر کسی طرح پر وہ قرآن مجید اور سُنت صحیحہ سے مطابقت نہیں کھاتی تو افسوس کے ساتھ ہم اسے رد کر دیں گے۔

اس قدر بیان کے بعد مَیں گمراہ مسافر کے ان لا یعنی دعاوی کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جو اُس نے قرآن مجید کی نسبت کئے ہیں اور جن پر مَیں نے نمبر کے نشان لگا دیئے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات کے متعلق یہ کہنا کہ ہر ایک آیت مختصر اور مطلب پیچیدہ ہے۔ ایک ایسا بیہودہ دعویٰ ہے۔ کہ بجز ایسے شخص کے جس نے قرآن مجید پر کبھی تدبر نہ کیا ہو کوئی کر سکتا اور یا وہ شخص کر سکتا ہے جو حد درجہ کا باطل پرست اور یاوہ [illegible]

قرآن مجید کی ہر آیت آیت اسی لئے کہلاتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام ہونے کا زبردست نشان ہے اور بجز ایسے شخص کے جس کے دل و دماغ ممسوخ ہوں۔ اس کا آیت ہونا کیا بلحاظ اس کی ترتیب کلام اور اسلوب بیان کے اور کیا بلحاظ معانی اور حقائق کے سمجھ میں آجاتا ہے اور آجتک کسی معترض نے کوئی آیت پیش نہیں کی جو اس معیار پر پوری نہ اُتری ہو۔

مَیں نہیں جانتا مختصر سے گمراہ مسافر کی کیا مراد ہے خیر الکلام ما قلّ و دلّ اگر اُس نے پڑھا نہیں تو سُنا ضرور ہوگا۔ اعلیٰ درجہ کے محرر اور مقرر کی یہی خوبی ہوتی ہے۔ کہ وہ تھوڑے الفاظ میں بہت سے مطالب کو ادا کر سکے اور یہ خوبی عربی زبان میں نہایت شان کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اور یہ

قرآن مجید کا بہت بڑا اعجاز ہے

مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔ مَیں اسے ذوق مضمون کے سلسلہ میں یہاں ضمناً درج کر دیتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور انگریزی اور عربی زبان کی وسعت اور مطلب خیزی پر گفتگو ہو رہی تھی حضرت نے فرمایا کہ عربی زبان میں وسعت مطالب بہت ہے اور وہ نہایت تھوڑے الفاظ میں بڑے مطالب کو ادا کر سکتی ہے اس وقت آپ نے پوچھا کہ بھلا انگریزی میں میرا پانی کو کیا کہتے ہیں۔ ایک انگریزی خوان نے بتایا کہ my water مائی واٹر۔ آپ نے فرمایا کہ عربی میں صرف مَائی کہنے سے کام چل جاتا ہے۔

غرض اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ عربی زبان تھوڑے الفاظ میں بہت بڑے مطالب اور معانی کو ادا کر سکتی ہے اور یہ خوبی اور اعجاز ہے اور قرآن مجید میں یہ اعجاز نہایت ہی اعلیٰ درجہ پر پایا جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ یہ خوبی آگرہ کے مسافر کی نظر میں عیب ہے سچ ہے ہُنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است۔

با ایں قرآن مجید کی آیات نہایت مفصل ہیں۔ اور قرآن مجید کی بجائے خود یہ شان اور دعویٰ اس میں موجود ہے کتابًا مفصلًا

اور پھر ہر ایک آئت کے متعلق بھی اس نے دعویٰ کیا چنانچہ فرمایا:- کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ یعنی یہ کتاب جو خدا تعالیٰ حمید مجید نے نازل کی ہے اور جس کے نزول کی محرک اس کی صفات رحمٰن اور رحیم ہیں۔ ایک ایسی کتاب ہے۔ جس کی آیات مفصل ہیں اور کیوں وہ آیات مفصل نہ ہوں یہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ ہاں اس کی حقیقت کو وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جو عقلمند ہوں۔

مسافر بتائے کہ یہ دعویٰ جو قرآن مجید نے کیا ہے اس کے خلاف جب تک کوئی امر پیش نہ کیا جاوے تو محض نادانی سے کہدینا کہ آیات مختصر ہیں۔ نری جہالت نہیں تو کیا ہے؟

پھر دوسرا الزام وہ یہ دیتا ہے کہ آیات کا مطلب پیچیدہ ہے۔ اس پیچیدگی کی اگر کوئی تصریح مہاشہ جی نے کی ہوتی۔ تو البتہ میں اس پر غور کرتا۔ مگر بلا سوچے سمجھے ایک بات منہ سے نکال دینے کا تو کوئی علاج میرے پاس نہیں ہے۔ قرآن مجید تو یہ بیان کرتے کہ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی یعنے وہ لوگوں کے لئے ہدائت ہے اور ہدائتوں کی اس میں تفصیل ہے اور پھر فرمایا:- فَصَّلْنٰہُ عَلٰی عِلْمٍ اور تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ حِکْمَۃٌ بَالِغَۃٌ یعنے وہ مفصل ہے۔ اس میں ہر شے کا بیان ہے۔ وہ حکمت بالغہ ہے۔ مگر ایک ایسا شخص جس نے قرآن مجید کی پاک تعلیم پر غور ہی نہیں کیا۔ اور اگر کیا ہے۔ تو محض اعتراض کرنے کے لئے۔ وہ اس کو پیچیدہ بتائے۔ خدا کی شان!

قرآن مجید کی شان بلند پر بہت سی آیات پیش کی جا سکتی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ گمراہ مسافر نے جو دعاوی کئے ہیں۔ وہ سب باطل اور ہیچ ہیں۔ بالآخر وہ کہتا ہے کہ عام مسلمان قرآن کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے اس اعتراض کا منشا کیا ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ قرآن مجید ایسی ادق اور مشکل کتاب ہے کہ اس کا سمجھنا مشکل ہے تو یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اسی مجید کتاب میں فرمایا ہے۔ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ کہ ہم نے قرآن مجید کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے۔ اور فی الواقعہ قرآن مجید ایسی آسان کتاب ہے کہ دنیا میں کوئی کتاب اس بارہ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اگر یہ مطلب ہے کہ مسلمان توجہ نہیں کرتے۔ تو یہ ماننے کو ہم تیار ہیں۔ اس سے قرآن العظیم کی خوبی اور عظمت میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

بہرحال قرآن مجید ایک ناطق اور مبین و مفصل کتاب ہے اور اس کی ہدائت مفصل معنی خیز اور آیۃ اللہ ہے اور یہی کتاب ہر حال میں مقدم اور امام ہے۔ ہاں اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ جو اعتراض نادان مسافر نے قرآن کریم پر کئے ہیں۔ وہی اعتراضات عملی رنگ میں وید پر ہو سکتے ہیں۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم اگلی اشاعت میں بتائیں گے کہ قرآن مجید کے مقابلہ میں

وید کی کیا پوزیشن ہے

جب تک یہ اصل صاف نہ ہولے۔ احادیث میں سے جو امور مسافر نے پیش کئے ہیں۔ اُن کی حقیقت اور فلسفہ بیان کرنے کی نوبت نہیں آسکتی۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسافر نے جو امور اپنے خیال میں اعتراض اور تضحیک کے رنگ میں پیش کئے ہیں۔ ان کا جواب اسے مل جائیگا۔ لطف تب ہوتا۔ اگر اسلام کی تعلیم کے مقابلہ میں اپنی گھریلو تعلیم بھی پیش کرتا۔ تاکہ ناظرین کو مقابلہ اور موازنہ کا اچھا موقعہ مل جاتا۔ اس کو تو آریہ سماج کے پریس اور پلیٹ فارم تک محدود چھوڑ کر دوسروں پر حملہ کرتا ہے۔ مگر اس کی یہ حرکت فی الحقیقت اس نادان کی سی ہے۔ جو شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر مارتا ہے۔ یہ بہترین راہ نہیں ہے۔ (باقی دوسرے نمبر میں۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی آمد آمد

اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما
ذکرِ تو بود زمزمہ شادیٔ ما

یہ خبر اہالیان قادیان کے لئے نہائت مسرت بخش ہے۔ کہ ہمارے ضلع کے بیدار مغز اور فراخ حوصلہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر بتقریب دورہ قادیان تشریف لاتے ہیں۔ ایڈیٹر الحکم اس موقعہ پر صاحب ممدوح اور آپ کی لیڈی صاحبہ کی خدمت میں سب سے اول نہائت ادب اور اخلاص کے ساتھ ویلکم (Wel come) عرض کرتا ہے حکام کا دورہ ایک عجیب نعمت ہے۔ وہ باتیں جو کسی طرح بر حال مقام حکام تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ دورہ میں نہائت آسانی سے اُن کے گوش گذار کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اور دراصل حکام کے دوروں کی غرض اور غائت بھی یہی ہے۔ کہ ذمہ وار آفیسر رعایا کے حالات سے ذاتی واقفیت حاصل کریں۔ وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت ہیں۔ جن کو ایسا موقعہ ملے کہ ان کا اعلیٰ حاکم ان کے شہر اور گاؤں میں موجود ہو۔ اور انہیں اپنی ضروریات کے اظہار کا موقعہ دے۔ ہمارے ضلع کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر میجر سی الیٹ صاحب بہادر خصوصیت سے رعایا کے ساتھ ہمدردی میں مشہور ہیں۔ اور یہ پہلا ہی موقعہ ہے۔ کہ وہ ہمارے اس قصبہ میں تشریف لاتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ گذشتہ پانچسال کے اندر صرف پہلی مرتبہ ہمارے ضلع کے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر یہاں تشریف لاتے ہیں۔ اس وقت چونکہ ہمیں موقعہ حاصل ہے کہ ہم صاحب ممدوح کی خدمت میں باشندگان قادیان کی بعض ضرورتوں اور خواہشوں کو پیش کریں۔ اس لئے نہائت ادب سے پیش کرنے کی جرات کرتے ہیں۔

(اوّل) سب سے اول اور ضروری امر جس پر صاحب ممدوح کی توجہ درکار ہے۔ قادیان اور بٹالہ کی سڑک کا سوال ہے۔ اس سے پہلے بھی الحکم کے ذریعہ صاحب ممدوح کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا جا چکا ہے۔ کہ قادیان آپ کے ضلع میں اتنا بڑا اہم قصبہ ہے۔ جس کی نظیر ضلع بھر میں مشکل سے ملیگی۔ جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرحوم مغفور کی برکات کی وجہ سے تعلیمی اور رفاہ عام کوششیں بہترین ثمرات پیدا کر رہی ہیں۔ اور اسی وجہ آمد رفت مردمان و تجارت میں کثرت ہو رہی ہے۔ اور دن بدن قادیان کی آبادی ترقی کر رہی ہے۔ ایسی حالت میں بٹالہ اور قادیان کی درمیانی سڑک نہائت ناقص اور تکلیف دہ ہے۔ چونکہ سڑک مذکور غالباً حضور کے ملاحظہ سے گذر چکی ہے۔ اس لئے اس کے متعلق زیادہ عرض کرنے کی حاجت نہیں۔ بجز اس کے کہ از راہ کرم اس سڑک کو پختہ کرا دیا جاوے۔ اور اگر ڈسٹرکٹ بورڈ میں کافی روپیہ نہ ہو۔ تو حضور پراونشل فنڈ سے اس سڑک کی اہمیت کو زیر نظر رکھ کر امداد دلائیں۔ اس سڑک کے پختہ ہو جانے پر یہ آپ کے مبارک عہد کی انشاء اللہ بہترین یادگار ہوگی۔

(دوم) قادیان میں ایک شراب کی دوکان ہے۔ قادیان کے باشندے شراب نوش نہیں ہیں۔ باہر سے دیہاتی لوگ آکر شراب پیتے اور بعض اوقات لڑائی جھگڑوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جس سے امن عامہ میں خرابی کے علاوہ عام اخلاق پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ دوکان کا محل وقوع ایک مندر (ٹھاکر دوارہ) اور دھرم سالہ کے قرب میں واقع ہوا ہے۔ جو کسی طرح پر بھی مناسب اور موزوں نہیں۔ بلکہ یہ ایک ممنوع امر ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر شراب کی دوکانیں ہوں اس سے پہلے بھی یہ معاملہ سابق صاحب ڈپٹی بہادر کے نوٹس میں لایا گیا تھا۔ لیکن چونکہ قبل نیلام ٹھیکہ ایسے امور پر توجہ نہ دلائی گئی۔ اس لئے یہ دوکان قائم رہی۔ ورنہ اس کے اٹھائے جانے کا سوال ایک سے زیادہ مرتبہ پیش ہو چکا ہے۔ اب چونکہ نیلام ٹھیکہ میں کافی وقت ہے۔ اس لئے حضور کی نیک سیعت اور اخلاقی بہتری کے کاموں میں دلچسپی سے امید کرنا بے موقعہ نہیں کہ اس مرتبہ اس دوکان کو یہاں سے قطعی اٹھا دیا جاوے۔ اور قادیان کے نام سے ٹھیکہ نیلام نہ ہو۔

(سوم) تیسرا اور ضروری امر یہاں کی نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی کے متعلق ہے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں۔ کہ سب سے پہلے آدمی جس نے اس سوال کو اٹھایا تھا۔ وہ ایڈیٹر الحکم ہے اور میں اپنے ضلع کے بیدار مغز حکام کی مہربانی کا اوجس ممنون ہوں۔ کہ انہوں نے الحکم کے ان مضامین کو جو اس سلسلہ میں لکھے گئے تھے۔ وقعت کی نظر سے دیکھا۔ اور یہاں نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی قائم کی۔ کمیٹی کے قیام کی غرض حفظ صحت کے اصولوں کا لحاظ اور صفائی تھی۔ مگر کمیٹی اس معاملہ میں جس حد تک باشندگان قادیان کے لئے مفید اور با برکت ثابت ہوئی ہے۔ وہ اس درخواست سے ظاہر ہے۔ جو باشندوں نے قادیان کی کمیٹی کے توڑے جانے کے متعلق پہلے سے حضور کی خدمت میں پیش کی ہے۔ قادیان کی اندرونی صفائی کے علاوہ جو ضروری امر ہے۔ وہ اس پانی کے نکاس کا مستقل انتظام ہے۔ جو قادیان کے ارد گرد جمع رہتا ہے۔ اور جس کی وجہ سے قادیان کی صحت کا خطرہ میں رہنا یقینی امر ہے۔ کیونکہ ڈھابوں اور ڈبروں کا پانی جو کسی قصبہ کے ارد گرد جمع رہے۔ اور

اور پھر ایک آئت کے متعلق بھی اس نے دعویٰ کیا چنانچہ فرمایا:-
کتٰبٌ فُصّلت آیاتہ قرآناً عربیاً لقوم یعقلون یعنی یہ کتاب جو خدا تعالیٰ حمید مجید نے نازل کی ہے اور جس کے نزول کی محرک اس کی صفات رحمٰن اور رحیم ہیں۔ ایک ایسی کتاب ہے۔ جس کی آیات مفصل ہیں اور کیوں وہ آیات مفصل نہ ہوں یہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ ہاں اس کی حقیقت کو وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جو عقلمند ہوں۔

مسافر بتائے کہ یہ دعویٰ جو قرآن مجید نے کیا ہے اس کے خلاف جب تک کوئی امر پیش نہ کیا جاوے تو محض نادانی سے کہدینا کہ آیات مختصر ہیں۔ نری جہالت نہیں تو کیا ہے؟

پھر دوسرا الزام وہ یہ دیتا ہے کہ آیات کا مطلب پیچیدہ ہے۔ اس پیچیدگی کی اگر کوئی تصریح مہاشہ جی نے کی ہوتی۔ تو البتہ میں اس پر غور کرتا۔ مگر بلا سوچے سمجھے ایک بات منہ سے نکال دینے کا تو کوئی علاج میرے پاس نہیں ہے۔ قرآن مجید تو یہ بیان کرتے [illegible]ی للناس وبینات من الھدیٰ یعنے وہ لوگوں کے [illegible]ہے اور ہدائتوں کی اس میں تفصیل ہے اور پھر فرمایا:- [illegible]ہ علیٰ علم اور تبیاناً لکل شیٔ۔ حکمۃ بالغۃ یعنے وہ مفصل [illegible] اس میں ہر شئے کا بیان ہے۔ وہ حکمت بالغہ ہے۔ مگر ایک ایسا شخص جس نے قرآن مجید کی پاک تعلیم پر غور ہی نہیں کیا۔ اور اگر کیا ہے۔ تو محض اعتراض کیلئے۔ وہ اس کو پیچیدہ بتائے۔ خدا کی شان!

قرآن مجید کی شان بلند پر بہت سی آیات پیش کی جا سکتی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ گمراہ مسافر نے جو دعاوی کئے ہیں۔ وہ سب باطل اور ہیچ ہیں۔ بالآخر وہ کہتا ہے کہ عام مسلمان قرآن کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے اس اعتراض کا منشاء کیا ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ قرآن مجید ایسی ادق اور مشکل کتاب ہے کہ اس کا سمجھنا مشکل ہے تو یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی مجید کتاب میں فرمایا ہے لقد یسرنا القراٰن للذکر ہم نے قرآن مجید کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے۔ اور فی الواقعہ قرآن مجید ایسی آسان کتاب ہے کہ دنیا میں کوئی کتاب اس بارہ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اگر یہ مطلب ہے کہ مسلمان توجہ نہیں کرتے۔ تو یہ ماننے کو ہم تیار ہیں۔ اس سے قرآن العظیم کی خوبی اور عظمت میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا

بہر حال قرآن مجید ایک ناطق اور مبین و مفصل کتاب ہے اور اس کی ہدائت مفصل معنی خیز اور آیۃ اللہ ہے اور یہی کتاب ہر حال میں مقدم اور امام ہے۔ ہاں اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ جو اعتراض نادان مسافر نے قرآن کریم پر کئے ہیں۔ وہی اعتراض عملی رنگ میں وید پر ہو سکتے ہیں۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم اگلی اشاعت میں بتائیں گے کہ قرآن مجید کے مقابلہ میں

وید کی کیا پوزیشن ہے

جب تک یہ اصل صاف نہ ہو لے۔ احادیث میں سے جو امور مسافر نے پیش کئے ہیں۔ اُن کی حقیقت اور فلسفہ بیان کرنے کی نوبت نہیں آ سکتی۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسافر نے جو امور اپنے خیال میں اعتراض در تضحیک کے رنگ میں پیش کئے ہیں۔ ان کا جواب اسے مل جائیگا۔

لطف تب ہوتا۔ اگر اسلام کی تعلیم کے مقابلہ میں اپنی گھریلو تعلیم بھی پیش کرتا۔ تاکہ ناظرین کو مقابلہ اور موازنہ کا اچھا موقعہ مل جاتا۔ اس کو تو آریہ سماج کے پریس اور پلیٹ فارم تک محدود چھوڑ کر دوسروں پر حملہ کرتا ہے۔ مگر اس کی یہ حرکت فی الحقیقت اس نادان کی سی ہے۔ جو شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر مارتا ہے۔ یہ بہترین راہ نہیں ہے۔ (باقی دوسرے نمبر میں۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی آمد آمد

اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما
ذکرِ تو بود زمزمہ شادیٔ ما

یہ خبر اہالیانِ قادیان کے لئے نہائت مسرت بخش ہے۔ کہ ہمارے ضلع کے بیدار مغز اور فراخ حوصلہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر بتقریب دورہ قادیان تشریف لاتے ہیں۔ ایڈیٹر الحکم اس موقعہ پر صاحب ممدوح اور آپ کی لیڈی صاحبہ کی خدمت میں سب سے اول نہائت ادب اور اخلاص کے ساتھ ویلکم (Wel come) عرض کرتا ہے حکام کا دورہ ایک عجیب نعمت ہے۔ وہ باتیں جو کسی طرح بر حال مقام حکام تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ دورہ میں نہائت آسانی سے اُن کے گوش گذار کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اور در اصل حکام کے دوروں کی غرض اور غائت بھی یہی ہے۔ کہ ذمہ وار آفیسر رعایا کے حالات سے ذاتی واقفیت حاصل کریں۔ وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت ہیں۔ جن کو ایسا موقعہ ملے کہ ان کا اعلیٰ حاکم ان کے شہر اور گاؤں میں موجود ہو۔ اور انہیں اپنی ضروریات کے اظہار کا موقعہ دے۔ ہمارے ضلع کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر میجر سی الیٹ صاحب بہادر خصوصیت سے رعایا کے ساتھ ہمدردی میں مشہور ہیں۔ اور یہ پہلا ہی موقعہ ہے۔ کہ وہ ہمارے اس قصبہ میں تشریف لاتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ گذشتہ پانچسال کے اندر صرف پہلی مرتبہ ہمارے ضلع کے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر یہاں تشریف لاتے ہیں۔ اس وقت چونکہ ہمیں موقعہ حاصل ہے کہ ہم صاحب ممدوح کی خدمت میں باشندگان قادیان کی بعض ضرورتوں اور خواہشوں کو پیش کریں۔ اس لئے نہائت ادب سے پیش کرنے کی جرات کرتے ہیں۔

(اوّل) سب سے اول اور ضروری امر جس پر صاحب ممدوح کی توجہ درکار ہے۔ قادیان اور بٹالہ کی سڑک کا سوال ہے۔ اس سے پہلے بھی الحکم کے ذریعہ صاحب ممدوح کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا جا چکا ہے۔ کہ قادیان آپ کے ضلع میں اتنا بڑا اہم قصبہ ہے۔ جس کی نظیر ضلع بھر میں مشکل سے ملیگی۔ جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرحوم مغفور کی برکات کی وجہ سے تعلیمی اور رفاہ عام کوششیں بہترین ثمرات پیدا کر رہی ہیں۔ اور اسی وجہ آمد رفت مردمان و تجارت میں کثرت ہو رہی ہے۔ اور دن بدن قادیان کی آبادی ترقی کر رہی ہے۔ ایسی حالت میں بٹالہ اور قادیان کی درمیانی سڑک نہائت ناقص اور تکلیف دہ ہے۔ چونکہ سڑک مذکور غالباً حضور کے ملاحظہ سے گذر چکی ہے۔ اس لئے اس کے متعلق زیادہ عرض کرنے کی حاجت نہیں۔ بجز اس کے کہ از راہ کرم اس سڑک کو پختہ کرا دیا جاوے۔ اور گر ڈسٹرکٹ بورڈ میں کافی روپیہ نہ ہو۔ تو حضور پراونشل فنڈ سے اس سڑک کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر امداد دلائیں۔ اس سڑک کے پختہ ہو جانے پر یہ آپ کے مبارک عہد کی انشاء اللہ بہترین یادگار ہوگی۔

(دوم) قادیان میں ایک شراب کی دوکان ہے۔ قادیان کے باشندے شراب نوش نہیں ہیں۔ باہر سے دیہاتی لوگ آکر شراب پیتے اور بعض اوقات لڑائی جھگڑوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جس سے امن عامہ میں خرابی کے علاوہ عام اخلاق پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔ دوکان کا محل وقوع ایک مندر (ٹھاکر دوارہ) اور دھرم سالہ کے قرب میں واقع ہوا ہے۔ جو کسی طرح پر بھی مناسب اور موزون نہیں۔ بلکہ یہ ایک ممنوع امر ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر شراب کی دوکانیں ہوں اس سے پہلے بھی یہ معاملہ سابق صاحب ڈپٹی بہادر کے نوٹس میں لایا گیا تھا۔ لیکن چونکہ قبل نیلام ٹھیکہ ایسے امور پر توجہ نہ دلائی گئی۔ اس لئے یہ دوکان قائم رہی۔ ورنہ اس کے اُٹھائے جانے کا سوال ایک سے زیادہ مرتبہ پیش ہو چکا ہے۔ اب چونکہ نیلام ٹھیکہ میں کافی وقت ہے۔ اس لئے حضور کی نیک طبیعت اور اخلاقی بہتری کے کاموں میں دلچسپی سے امید کرنا بے موقعہ نہیں کہ اس مرتبہ اس دوکان کو یہاں سے قطعی اٹھا دیا جاوے۔ اور قادیان کے نام سے ٹھیکہ نیلام نہ ہو۔

(سوم) تیسرا اور ضروری امر یہاں کی نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی کے متعلق ہے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں۔ کہ سب سے پہلا آدمی جس نے اس سوال کو اٹھایا تھا۔ وہ ایڈیٹر الحکم ہے اور میں اپنے ضلع کے بیدار مغز حکام کی مہربانی کا از بس ممنون ہوں۔ کہ انہوں نے الحکم کے اُن مضامین کو جو اس سلسلہ میں لکھے گئے تھے۔ وقعت کی نظر سے دیکھا۔ اور یہاں نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی قائم کی۔ کمیٹی کے قیام کی غرض حفظ صحت کے اصولوں کا لحاظ اور صفائی تھی۔ مگر کمیٹی اس معاملہ میں جس حد تک باشندگان قادیان کے لئے مفید اور بابرکت ثابت ہوئی ہے۔ وہ اس درخواست سے ظاہر ہے۔ جو باشندوں نے قادیان کی کمیٹی کے توڑے جانے کے متعلق پہلے سے حضور کی خدمت میں پیش کی ہے۔ قادیان کی اندرونی صفائی کے علاوہ جو ضروری امر ہے۔ وہ اس پانی کے نکاس کا مستقل انتظام ہے۔ جو قادیان کے ارد گرد جمع رہتا ہے۔ اور جس کی وجہ سے قادیان کی صحت کا خطرہ میں رہنا یقینی امر ہے۔ کیونکہ ڈھابوں اور ڈبروں کا پانی جو کسی قصبہ کے ارد گرد جمع رہے۔ اور

جس میں ہر قسم کی غلاظت اور گندگی پڑتی رہتی ہے۔ بہر حال مضر صحت اور ملیریا پیدا کرنے والا مانا گیا ہے۔ اور اس پانی کے نکاس کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ایڈیٹر الحکم نے ایک مرتبہ اپنے بعض معزز دوستوں اور ممبران کمیٹی کے ہمراہ یہی سوال سابق صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور پیش کیا تھا۔ اور صاحب ممدوح نے اس پانی کے نکاس کی بہترین تجویزوں پر غور کر کے ایک سکیم پیش کرنے کی ممبران کمیٹی کو زبانی ہدایت کی تھی اور فرمایا تھا۔ کہ اس سکیم کے پیش ہونے پر وہ پانچسو (۵۰۰) روپیہ تک کی امداد ڈسٹرکٹ بورڈ سے اس مقصد کے لئے دلا سکیں گے۔ مگر افسوس ہے کہ ابتک کوئی سکیم پیش نہ ہو سکی۔ اور پانی کا اس طرح پر قصبہ کے گرد جمع رہنا مضر صحت ہو رہا ہے۔ قادیان کی واجب العرض سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آبپاشی کے لئے کنوئیں کافی ہیں۔ اور یہ پانی آبپاشی کے لئے چنداں کام نہیں آتا۔ اگر آبپاشی کے لئے بھی اس کو رکھنا مقصود ہو۔ تو بشکل تالاب رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جو صورت اس کی اب ہے یہ مضر صحت ہے اور اس پر ہی آجتک توجہ نہیں۔ یہ امید کرنا بے موقعہ نہیں کہ جناب ممدوح اس پانی کے نکاس کے سوال پر بھی غور فرماویں۔

ہوس ٹیکس کی سختی سے بھی لوگ نالاں ہیں۔ اور ہوس ٹیکس کی زیادتی ضروریات کمیٹی کے لئے لازمی سمجھی جاتی ہے۔ خصوصاً جبکہ کوئی کام بھی آنریری طور پر نہ ہوتا ہو۔ ہر کام کا نفع و نقصان تجربہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کمیٹی کی وجہ سے جو تکالیف پیش آتی ہیں۔ یہ موقع نہیں کہ ان پر تفصیلی بحث کی جاوے۔ لیکن اگر حضور پسند فرمائیں گے تو وہ تمام امور تفصیلاً بھی عرض کئے جا سکتے ہیں۔ بہر حال اس میں کوئی کلام نہیں کہ باشندگان کمیٹی سے نالاں ہیں۔ اور وہ اس بوجھ کو کسی طرح برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اور اسی بنا پر حضور کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی جا چکی ہے۔ اس کے لئے ہماری امیدیں قابل اطمینان جواب کی طرف ہیں یہ وہ امور ہیں۔ جو حضور کی توجہ کے لئے ایڈیٹر الحکم پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہے۔ اور امید کرتا ہے۔ کہ جناب ممدوح اس پر توجہ فرمائیں گے۔

آنریری مجسٹریٹ اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور

ڈاکٹر صاحب جنرل انسپکٹر پولیس پنجاب نے اپنی سالانہ رپورٹ ۱۹۱۰ء پر ریویو کرتے ہوئے جو ریمارک آنریری مجسٹریٹوں کے متعلق کیا ہے۔ اس میں ہمارے ضلع گورداسپور کے قابل اور معاملہ فہم ڈپٹی کمشنر بہادر نے جو رپورٹ کی ہے اور اس کے ساتھ ہمارے ضلع کے صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس نے جو ریمارک اپنے ضلع کے آنریری مجسٹریٹوں کے متعلق کیا ہے۔ وہ دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے

میں اپنے ذاتی علم اور واقفیت کی بنا پر یہ کہنے میں مضائقہ نہیں پاتا کہ میجر ایلیٹ صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر کی رائے اس معاملہ میں بہت صائب اور قابل قدر ہے۔ اور گورنمنٹ پنجاب کو زیادہ دیر تک اس نقصان کو برداشت کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئیے۔ جو اس ضلع میں قریباً دس ہزار سالانہ کا ہو رہا ہے۔ اگر یہ روپیہ کسی اور نیک کام پر خرچ ہو تو زیادہ مفید ہو۔ میجر ایلیٹ صاحب کی معاملہ فہم طبیعت نے خوب سمجھ لیا ہے۔ کہ پبلک آنریری مجسٹریٹوں کے اس قسم کے تقرر کو پسند نہیں کرتی۔ اس میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ کہ یہ لوگ بہ حیثیت ذیلدار اپنی پوزیشن سمجھ کر کام میں مدد دیتے تھے۔ اب وہ آنریری مجسٹریٹ ہو کر اپنے ذاتی کاموں میں اس پوزیشن سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر اس طریق کو موقوف کر دیا جاوے۔ تو زیادہ فائدہ پہنچنے کی توقع ہے۔ اور پبلک بہت سی دشواریوں سے بچ جائے گی۔ اس میں شک نہیں کہ آنریری مجسٹریٹوں کا تقرر مفید ہے۔ لیکن ان عہدوں پر وہ لوگ مقرر ہونے چاہئیں۔ جو پبلک خدمات میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ اور بدوں کسی معاوضہ کے گورنمنٹ کی خدمات کرنے کا جوش ان میں ہو۔ بہر حال صاحب موصوف کی رائے اس قابل ضرور ہے۔ کہ گورنمنٹ پنجاب اس سے فائدہ اٹھائے۔

اشتہار قابل توجہ مبائعین مخلصین

حضرت اقدس مغفور مرحوم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیت صفحہ ۲۵ و ۲۶ میں بیعت کنندوں کو وصیت کے لئے بڑا تاکیدی حکم ارقام فرماتے ہیں۔ ہر بیعت کرنے والا جو کچھ نہ کچھ جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ رکھتا ہے۔ کم سے کم اس کے دسویں حصہ کی تعمیلاً وصیت ضرور ہی کر دے لہٰذا ذیل میں اصل حکم بغرض یاددہانی درج کیا جاتا ہے بغور پڑھ لیں۔ اور تعمیل کریں۔ (الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون)۔

"یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ بلاشبہ اس نے ارادہ کیا ہے۔ کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے۔ اور ہم خود محسوس کرتے ہیں۔ کہ جو لوگ اس الٰہی انتظام پر اطلاع پا کر بلا توقف اس فکر میں پڑے ہیں۔ کہ دسواں حصہ کل جائیداد کا خدا کی راہ میں دیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں۔ وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں۔ اور یہ امتحان تو کچھ بھی چیز نہیں صحابہؓ کا امتحان جانوں کے مطالبہ پر کیا گیا۔ اور انہوں نے اپنے سر خدا کی راہ میں دیئے۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں امتحان کی بنا ڈالی ہے۔ تا کہ خبیث اور طیب میں فرق کر کے دکھلاوے۔ اس لئے اس نے اب بھی ایسا ہی کیا۔ اس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے۔ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے۔ اور ثابت ہو جائے گا۔ کہ بیعت کا اقرار انہوں نے سچا کر کے دکھلا دیا ہے۔ اور صدق ظاہر کر دیا ہے۔ بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گذرے گا۔ اور اس سے ان کی پردہ دری ہو گی۔ اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا۔ لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے۔ اور ابد تک خدائے تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں گی۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ جنہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں۔ اور اس کے دفتر میں سابقین اولین لکھے جائیں گے۔ وہ زمانہ قریب ہے۔ کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹال دیا۔ وہ آہ مار کر کہیگا کہ کاش میں تمام جائیداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیدیتا۔ اور عذاب سے بچ جاتا۔ میں بہت قریب عذاب کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں۔ اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو۔ کہ کام آوے۔ میں یہ نہیں چاہتا۔ کہ تم سے کوئی مال لوں۔ اور اپنے قبضہ میں کر لوں۔ بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے۔ اور بہشتی زندگی پاؤ گے بہتیرے ایسے ہیں۔ کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے۔ مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائیں گے۔ تب آخری وقت میں یہ کہیں گے۔ ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔"

چوں کار حیات است کار نہاں
ہماں بہ کہ دل بگسلی زیں مکاں

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ الحمد للہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ العزیز آپ کے اہل بیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بعافیت ہیں۔

۲۔ ہفتہ زیر اشاعت میں بھی خدا کے فضل سے عمدہ بارش ہو گئی۔

جو کتب ہیں۔ اخبار اور رسالے ریویو کے لئے آئے ہیں۔ انشاء اللہ اگلی اشاعت میں ان پر ریویو کیا جائیگا۔

جس میں ہر قسم کی غلاظت اور گندگی پڑی رہتی ہے۔ بہرحال مضر صحت اور ملیریا پیدا کرنے والا مانا گیا ہے۔ اور اس پانی کے نکاس کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ایڈیٹر الحکم نے ایک مرتبہ اپنے بعض معزز دوستوں اور ممبران کمیٹی کے ہمراہ یہی سوال سابق صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور پیش کیا تھا۔ اور صاحب ممدوح نے اس پانی کے نکاس کی بہترین تجویزوں پر غور کر کے ایک سکیم پیش کرنے کی ممبران کمیٹی کو زبانی ہدایت کی تھی اور فرمایا تھا۔ کہ اس سکیم کے پیش ہونے پر وہ پانچسو (۵۰۰) روپیہ تک کی امداد ڈسٹرکٹ بورڈ سے اس مقصد کے لئے دلا سکیں گے۔ مگر افسوس ہے کہ اب تک کوئی سکیم پیش نہ ہو سکی۔ اور پانی کا اس طرح ہر قصبہ کے گرد جمع رہنا مضر صحت ہو رہا ہے۔ قادیان کی واجب العرض سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آبپاشی کے لئے کنوئیں کافی ہیں۔ اور یہ پانی آبپاشی کے لئے چنداں کام نہیں آتا۔ اگر آبپاشی کے لئے بھی اس کو رکھنا مقصود ہو۔ تو بشکل تالاب رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جو صورت اس کی اب ہے یہ مضر صحت ہے اور اس پر ہی آج تک توجہ نہیں۔ یہ امید کرنا بے موقعہ نہیں کہ جناب ممدوح اس پانی کے نکاس کے سوال پر بھی غور فرما دیں۔

ہوس ٹیکس کی سختی سے بھی لوگ نالاں ہیں۔ اور ہوس ٹیکس کی زیادتی ضروریات کمیٹی کے لئے لازمی سمجھی جاتی ہے۔ خصوصاً جبکہ کوئی کام بھی آنریری طور پر نہ ہوتا ہو۔ ہر کام کا نفع و نقصان تجربہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کمیٹی کی وجہ سے جو تکالیف پیش آتی ہیں۔ یہ موقع نہیں کہ ان پر تفصیلی بحث کی جاوے۔ لیکن اگر حضور پسند فرمائیں گے تو وہ تمام امور تفصیلاً بھی عرض کئے جا سکتے ہیں۔ بہرحال اس میں کوئی کلام نہیں کہ باشندگان کمیٹی سے نالاں ہیں۔ اور وہ اس بوجھ کو کسی طرح برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اور اسی بنا پر حضور کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی جا چکی ہے۔ اس کے لئے ہماری امیدیں قابل اطمینان جواب کی طرف ہیں۔ یہ وہ امور ہیں۔ جو حضور کی توجہ کے لئے ایڈیٹر الحکم پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہے۔ اور امید کرتا ہے۔ کہ جناب ممدوح اس پر توجہ فرمائیں گے۔

آنریری مجسٹریٹ اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور

صاحب جنرل انسپکٹر پولیس پنجاب نے اپنی سالانہ رپورٹ ۱۹۱۰ء پر ریویو کرتے ہوئے جو ریمارک آنریری مجسٹریٹوں کے متعلق کیا ہے۔ اس میں ہمارے ضلع گورداسپور کے قابل اور معاملہ فہم ڈپٹی کمشنر بہادر نے جو رپورٹ کی ہے اور جس کے ساتھ ہمارے ضلع کے صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس نے جو ریمارک اپنے ضلع کے آنریری مجسٹریٹوں کے متعلق کیا ہے۔ وہ دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔

ہم اپنے ذاتی علم اور واقفیت کی بنا پر یہ کہنے میں مضائقہ نہیں پاتا کہ میجر ایلیٹ صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر کی رائے اس معاملہ میں بہت صائب اور قابل قدر ہے۔ اور گورنمنٹ پنجاب کو زیادہ دیر تک اس نقصان کو برداشت کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ جو اس ضلع میں قریباً دس ہزار سالانہ کا ہو رہا ہے۔ اگر یہ روپیہ کسی اور نیک کام پر خرچ ہو تو زیادہ مفید ہو۔ میجر ایلیٹ صاحب کی معاملہ فہم طبیعت نے خوب سمجھ لیا ہے۔ کہ پبلک آنریری مجسٹریٹوں کے اس قسم کے تقرر کو پسند نہیں کرتی۔ اس میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ کہ یہ لوگ بہ حیثیت ذیلدار اپنی پوزیشن سمجھ کر کام میں مدد دیتے تھے۔ اب وہ آنریری مجسٹریٹ ہو کر اپنے ذاتی کاموں میں اس پوزیشن سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر اس طریق کو موقوف کر دیا جاوے۔ تو زیادہ فائدہ پہنچنے کی توقع ہے۔ اور پبلک بہت سی دشواریوں سے بچ جائے گی۔ اس میں شک نہیں کہ آنریری مجسٹریٹوں کا تقرر مفید ہے۔ لیکن ان عہدوں پر وہ لوگ مقرر ہونے چاہئیں۔ جو پبلک خدمات میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ اور بدوں کسی معاوضہ کے گورنمنٹ کی خدمات کرنے کا جوش ان میں ہو۔ بہرحال صاحب موصوف کی رائے اس قابل ضرور ہے۔ کہ گورنمنٹ پنجاب اس سے فائدہ اٹھائے۔

اشتہار قابل توجہ مبائعین مخلصین

حضرت اقدس مغفور مرحوم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیت صفحہ ۲۵ و ۲۶ میں بیعت کنندوں کو وصیت کے لئے بڑا تاکیدی حکم ارقام فرماتے ہیں۔ ہر بیعت کرنے والا جو کچھ نہ کچھ جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ رکھتا ہے۔ کم سے کم اس کے دسویں حصہ کی تعمیلاً وصیت ضرور ہی کر دے لہٰذا ذیل میں اصل حکم بغرض یاددہانی درج کیا جاتا ہے بغور پڑھ لیں۔ اور تعمیل کریں۔ (الٓمٓ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون)

"یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ بلاشبہ اس نے ارادہ کیا ہے۔ کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے۔ اور ہم خود محسوس کرتے ہیں۔ کہ جو لوگ اس الٰہی انتظام پر اطلاع پا کر بلا توقف اس فکر میں پڑے ہیں۔ کہ دسواں حصہ کل جائیداد کا خدا کی راہ میں دیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں۔ وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں۔ اور یہ امتحان تو کچھ بھی چیز نہیں صحابہؓ کا امتحان جانوں کے مطالبہ پر کیا گیا۔ اور انہوں نے اپنے سر خدا کی راہ میں دیئے۔ خدائے تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں امتحان کی بنا ڈالی ہے۔ تاکہ خبیث اور طیب میں فرق کر کے دکھلا وے۔ اس لئے اس نے اب بھی ایسا ہی کیا۔ اس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے۔ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے۔ اور ثابت ہو جائے گا۔ کہ بیعت کا اقرار انہوں نے سچا کر کے دکھلا دیا ہے۔ اور صدق ظاہر کر دیا ہے۔ بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گذرے گا۔ اور اس سے ان کی پردہ دری ہو گی۔ اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا۔ لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے۔ اور ابد تک خدائے تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں گی۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ جنہوں نے میرے اس حکم کی تعمیل کی۔ خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں۔ اور اس کے دفتر میں سابقین اولین لکھے جائیں گے۔ وہ زمانہ قریب ہے۔ کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹال دیا۔ وہ آہ مار کر کہیگا کہ کاش میں تمام جائیداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیدیتا۔ اور عذاب سے بچ جاتا۔ میں بہت قریب عذاب کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں۔ اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو۔ کہ کام آوے۔ میں یہ نہیں چاہتا۔ کہ تم سے کوئی مال لوں۔ اور اپنے قبضہ میں کر لوں۔ بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے۔ اور بہشتی زندگی پاؤ گے بہتیرے ایسے ہیں۔ کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے۔ مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائیں گے۔ تب آخری وقت میں یہ کہیں گے۔ ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

چوں کار حیات است کار نہاں
ہماں بہ کہ دل بگسلی زیں مکاں

دار الامان کا ہفتہ

۱- الحمد للہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ العزیز آپ کے اہل بیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بعافیت ہیں۔

۲- ہفتہ زیر اشاعت میں بھی خدا کے فضل سے عمدہ بارش ہو گئی۔

جو آتے ہیں۔ اخبار اور رسالے ریویو کے لئے آتے ہیں۔ انشاء اللہ اگلی اشاعت میں ان پر ریویو کیا جائیگا۔

مختصر نوٹ

خواجہ صاحب اور سنسکرت

جناب خواجہ صاحب نے دسمبر کے آخری ایام میں نہائت قابلیت کے ساتھ پشاور میں چار متواتر لیکچر دیئے۔ جن میں صداقت اسلام کو خوب ظاہر کیا گیا۔ پشاور کے مشہور اخبار افغان نے ان لیکچروں کے متعلق قابل تعریف ریمارک کرتے ہوئے ایک **خوشخبری** ہمیں سنائی ہے۔ جو فی الواقعہ ایک عجیب اور خوش کن امر ہے اخبار مذکور راوی ہے کہ

"خواجہ صاحب ان چند معدودے مسلمانوں میں سے ہیں جنہوں نے زبان **سنسکرت** کی تحصیل میں شاق محنت اٹھائی۔ چنانچہ **آپ کی اپنی زبانی** معلوم ہوا۔ کہ آپ نے رگ وید۔ شام وید اور اتھروان وید کو ختم کر ڈالا۔ اور یجروید کا خاتمہ بھی کوئی دن کی بات رہ گئی خدا آپ کی ہمت میں برکت ڈالے۔ اور خدمت اسلام کی توفیق بخشے"

اخبار افغان کے اس اقتباس سے جو اس نے خواجہ صاحب کے اپنے بیان پر شائع کیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے سنسکرت زبان کو محنت شاقہ سے پڑھ کر ویدوں کو پڑھ لیا ہے۔ خواجہ صاحب کی یہ محنت فی الواقعہ قابل قدر ہے۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ آریہ سماج کے مناظرہ میں اب سنسکرت دان ہی نہیں بلکہ **وید خوان** خواجہ صاحب نئی روح پیدا کر سکیں گے بہتر ہو خواجہ صاحب ویدوں کا اردو ترجمہ شروع کر دیں۔ خدا ان کی ہمت میں برکت دے۔ آمین!

لاہور کے مسلمان اخبار نویسوں میں مناقشت

نہائت افسوس سے معلوم ہوا کہ لاہور کے بعض مسلمان اخبار نویسوں میں خطرناک دشمنی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ ایڈیٹر ملت۔ وطن اور پیسہ اخبار ایک طرف اور مسٹر ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار دوسری طرف ہے۔ اول الذکر گروہ کہتا ہے۔ کہ زمیندار کے مضامین میں قانونی حدود سے تجاوز پایا جاتا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کے مضامین بے سمجھ مسلمانوں میں گورنمنٹ کے خلاف جذبہ پیدا نہ کریں۔ ایڈیٹر زمیندار اپنے اخبار کی کامیابی کی وجہ سے فریق مذکور کا حاسدانہ پہلو اختیار کرنے کا شاکی ہے۔ ہم اس وقت ضرورت نہیں کہ فریقین کے بیانات پر تنقید کر کے کسی ایک یا دوسرے کے حق میں فیصلہ دیا جاوے۔ بلکہ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ وجوہات شکایت کو بالائے طاق رکھ کر فریقین میں مصالحت کرادی جاوے۔ مسلمان اخبار نویس اگر کوئی برادری کی قوت رکھتے ہیں۔ اور یہ اخبارات اگر اپنی قوت اور اشاعت کے باوجود اپنے بھائیوں کی بات سننے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ تو وہ خدا کے لئے مناقشت کو طول دے کر شماتت اعدا کا موقعہ نہ دیں۔ اور ایک دوسرے کو وسعت حوصلہ سے گلے لگانے کی کوشش کریں۔ نہ یہ کہ الگ کرنے کی پالیسی اختیار کریں۔

دھرم پال اور گورو کل

دھرم پال کو جب آریہ سماج میں لیا گیا تو اس کی شدھی پر بڑی دھوم دھام کی گئی۔ آریہ سماج نے اس کو دیو سماج اور مسلمانوں کے خلاف لکھنے پر آمادہ کیا اور جہاں تک ممکن تھا دھرم پال نے اپنے ہر دو محسنوں کے خلاف آریہ سماج کے لیڈروں کی تحریک یا کم از کم حوصلہ افزائی پر دل کھول کر حملے کئے۔ لیکن جب اس نے خود آریہ سماج کی اندرونی حالت پر روشنی ڈالی۔ تو آریہ سماج میں کھلبلی مچ گئی۔ اور دھرم پال کو ہر طرح گرانے کی کوشش کی گئی۔ دھرم پال نے اپنی اس روش کی غلطی کو **اخلاقی جرائت** سے قبول کیا۔ اور عملی طور پر ان تمام کتابوں کو جلا دیا۔ اب **دھرم پال** نے **گورو کل** کی حالت پر اپنے ماہواری رسالہ اندر کو ہفتہ وار اخبار کی شکل میں تبدیل کر کے روشنی ڈالنی چاہی ہے۔ جس سے **آریہ سماج** کا ایک گروہ جو پہلے سے اس سے بیزار ہے۔ سخت پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ **گورو کل** کی انتظامی یا اخلاقی نگہداشت میں غلطیوں کا ہونا ممکن ہے۔ اگر گورو کل کے حامی اسے ایسی تعلیمگاہ قرار دیتے ہیں۔ جہاں فرو گذاشت ناممکن ہے۔ تو ان کا یہ دعوی سراسر بیہودہ ہے۔ دوسری طرف اس میں بعض کمزوریوں کا ہونا گورو کل کی خوبی کو ملیا میٹ نہیں کر سکتا۔ اور اسقدر گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ سچائی میں بڑی قوت ہوتی ہے اگر گورو کل کے ناظم صفائی اور دیانت سے **گورو کل** کی ان کمزوریوں کو جو ظاہر کی گئی ہیں۔ تسلیم کر لیں اور ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ تو یہ زیادہ مفید اور موثر ہوگا بمقابلہ اس پولیسی کے کہ سرے سے غلطیوں سے انکار کیا جاوے اور محض پردہ پوشی کو اپنے بچاؤ کی آڑ بنایا جاوے۔

جو شخص کسی تعلیمی انسٹیٹیوشن کے نقائص کو سن کر خوش ہوتا ہے محض اس وجہ سے کہ اس تعلیمگاہ کے مذہب سے اس کو اختلاف ہے۔ میں اسے نہائت پست حوصلہ اور دون ہمت سمجھتا ہوں۔ گورو کل کا طریقہ تعلیم بہر حال **مفید** اور کار آمد چیز ہے۔ اور اس کی ابتدائی حالت میں انتظامی یا اخلاقی فرو گذاشتوں کا ہونا لازمی امر ہے۔ گورو کل کی خوبی یا برائی کا امتحان صرف مقابلہ سے ہو سکتا ہے۔ پس اندر کے اعتراضات سے فائدہ اٹھاؤ اور اصلاح کرو نہ یہ کہ برا مناؤ۔ اور پردہ پوشی کرو۔

باپ بیٹے میں تنازعہ

فرقہ اہلحدیث کے لیڈر کیٹ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی مولوی ثناء اللہ امرتسری کو اپنا روحانی بیٹا کہا کرتے ہیں۔ اور بدقسمتی سے مولوی ابو سعید صاحب کی جس طرح پر اپنی صلبی اولاد سے کسی نہ کسی رنگ میں جنگ چھڑی رہتی ہے۔ اور نوبت بہ عقوق پہنچ جاتی ہے انہیں اپنے روحانی فرزندوں سے بھی وجہ شکائت پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ اسی بدقسمتی کا شکار ہو کر وہ ایڈیٹر اہلحدیث سے ناراض اور برسر پرخاش ہیں۔ کئی مرتبہ ان میں صلح ہوئی۔ اور پھر وہ صلح کسی دوسرے جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اب پھر اہلحدیث میں یہ بحث چھڑی ہے۔ ایڈیٹر اہل حدیث کا پہلو اس معاملہ میں وزن دار معلوم ہوتا ہے۔ اور ایڈیٹر اشاعت السنہ کی صرف ضد پائی جاتی ہے۔ بہرحال کیا اچھا ہو۔ اگر باپ بیٹا دونوں ایک عام مجمع میں امور متنازعہ کے متعلق فیصلہ کر لیں۔ اور ہمیشہ کے لئے اس بحث کا خاتمہ کر دیں۔ یہ علمی مذاکرہ امید ہے دلچسپی سے دیکھا جائیگا۔ مگر مجھے یقین نہیں آسکتا کہ مولوی ابو سعید صاحب اس میدان میں آئیں۔ وہ عموماً حجت بازی سے پہلو بچا جاتے ہیں۔ اور بس۔

ایک بابرکت تحریک

کسی شخص کریم بخش حنفی نامی نے اخبار افغان میں ایک مفید اور بابرکت تحریک کی ہے۔ کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی مساجد میں قرآن مجید کے باقاعدہ ترجمہ سننے اور سمجھنے کا مستقل انتظام کریں۔ اس سے ان کو بہت بڑے مفاد ہوں گے۔ یہ تحریک جتنی ضروری اور جیسی قابل قدر ہے۔ اس پر کچھ لکھنے کی حاجت نہیں۔ مسلمانوں نے قرآن مجید ہی کو چھوڑ کر یہ روز بد دیکھا ہے۔ اور محض قرآن کریم کے باعث وہ رسوا ہو رہے ہیں۔ پس اگر مسلمانوں کو توفیق مل جاوے۔ اور مساجد میں قرآن مجید کے ترجمہ کا باقاعدہ درس شروع ہو جاوے تو انشاء اللہ نہائت مفید اور بابرکت ہوگا۔ اس تحریک کو عام اور عمل درآمد کے قابل بنانے کے لئے ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو اہل اثر اور بارسوخ ہیں۔ کوشش کریں۔ اور اخبارات متواتر اس تحریک پر لکھیں۔

علیگڈھ کالج خطرہ میں

اس عنوان سے بعض اخبارات میں ایک مراسلہ گشت کر رہا ہے۔ جس کا مطلب فقط اتنا ہے۔ کہ چونکہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۲ء کو ٹرسٹیان علیگڈھ کالج کا اجلاس ہوگا اور اس میں نواب وقار الملک صاحب کا استعفا پیش ہوگا کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ الگ نہ ہوں۔ ورنہ کالج سخت خطرناک حالت میں ہے۔ جن لوگوں کی اعتقادی حالت اس درجہ پر گر گئی ہو کہ وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے بجائے ایک **فانی انسان** پر اس درجہ بھروسہ کرتے ہوں کہ اس کے الگ ہو جانے سے کالج کو نقصان پہنچیگا۔ وہ اگر آج **ناکام نہ ہوں۔ تو کل ضرور ہوں گے**۔ نواب صاحب کی خدمات کی قدر نہ کرنا احسان فراموشی اور ناسپاسی ہے۔ مگر ان کو بت بنانا اور ان کی **صحت** کا فکر نہ کرنا ان کی ناقدر شناسی اور خود غرضی میں داخل ہے۔ نواب صاحب اپنی ضعیفی اور علالت کی وجہ سے کالج سے الگ ہوتے ہیں۔ وہ نمائش کے بھوکے نہیں کہ لوگ انہیں مجبور کریں اور استعفی واپس لینے کے لئے زور دیں۔ تاکہ ان کی عزت و شہرت ہو۔ ان کی نسبت ایسا خیال کرنا ان کی ہتک کرنا ہے۔ میں نواب صاحب کو مسلمانوں کا دلی خیر خواہ اور کالج کا سچا ہمدرد جانتا ہوں۔ مگر یہ نہائت بیہودگی ہے کہ انہیں اس ضعف اور علالت کی حالت میں بھی سکرٹریوں کے گورستان میں زندہ درگور ہونے کی صلاح دی جاوے۔ وہ ایک **مرنے والی ہستی** ہے۔ پھر اس پر اتنا اعتماد کیوں ہو۔ خدا جو **حی قیوم** ہے اس پر بھروسہ کرو۔ اس کے فضل کو ڈھونڈو گے۔ تو وقار الملک سے بہتر انسان تمہیں دیدیگا۔ کیا تمہارے اسلاف کی نظیریں تمہارے سامنے نہیں ہیں۔ **خالد بن ولید** کو **فاروق اعظم** جیسے جلیل الشان خلیفہ نے معزول کر دیا محض اس لئے کہ مسلمانوں میں خدا پرستی کی **روح** پیدا ہو۔ وہ مردم پرست نہ بن جاویں۔ مبارک ہو فاروق کو اور مبارک ہو **خالد** کو جس نے اطاعت امیر کا بہترین نمونہ دکھایا اور ثابت کر دیا۔ کہ اس کا کام محض اخلاص فی الدین کے رنگ میں تھا

مختصر نوٹ

خواجہ صاحب اور سنسکرت

جناب خواجہ صاحب قبلہ نے دسمبر کے آخری ایام میں نہائت قابلیت کے ساتھ پشاور میں چار متواتر لیکچر دیئے۔ جن میں صداقت اسلام کو خوب ظاہر کیا گیا۔ پشاور کے مشہور اخبار افغان نے ان لیکچروں کے متعلق قابل تعریف ریمارک کرتے ہوئے ایک **خوشخبری** ہمیں سنائی ہے۔ جو فی الواقعہ ایک عجیب اور خوش کن امر ہے اخبار مذکور راوی ہے۔ کہ

”خواجہ صاحب اُن چند معدودے مسلمانوں میں سے ہیں جنہوں نے زبان سنسکرت کی تحصیل میں شاق محنت اُٹھائی۔ چنانچہ **آپ کی اپنی زبانی** معلوم ہوا۔ کہ آپ نے رگ وید۔ شام وید اور اتھرون وید کو ختم کر ڈالا۔ اور یجروید کا خاتمہ بھی کوئی دن کی بات رہ گئی خدا آپ کی ہمت میں برکت ڈالے۔ اور خدمت اسلام کی توفیق بخشے“

اخبار افغان کے اس اقتباس سے جو اس نے خواجہ صاحب کے اپنے بیان پر شائع کیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے سنسکرت زبان کو محنت شاقہ سے پڑھ کر ویدوں کو پڑھ لیا ہے۔ خواجہ صاحب کی یہ محنت فی الواقعہ قابل قدر ہے۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ آریہ سماج کے مناظرہ میں اب سنسکرت دان ہی نہیں بلکہ وید خوان خواجہ صاحب نئی روح پیدا کر سکیں گے بہتر ہو۔ خواجہ صاحب ویدوں کا اُردو ترجمہ شائع کر دیں۔ خدا ان کی ہمت میں برکت دے۔ آمین!

لاہور کے مسلمان اخبار نویسوں میں مناقشت

نہائت افسوس سے معلوم ہوا کہ لاہور کے بعض مسلمان اخبار نویسوں میں خطرناک دُشمنی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ ایڈیٹر ملت۔ وطن اور پیسہ اخبار ایک طرف اور مسٹر ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار دوسری طرف بطور فریق کے گروہ کہتا ہے۔ کہ زمیندار کے مضامین میں قانونی حدود سے تجاوز پایا جاتا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کے مضامین بے سمجھ مسلمانوں میں گورنمنٹ کے خلاف جذبہ پیدا کریں۔ ایڈیٹر زمیندار اپنے اخبار کی کامیابی کی وجہ سے فریق مذکور کا حاسدانہ پہلو اختیار کرنے کا شاکی ہے۔ اس وقت ضرورت نہیں کہ فریقین کے بیانات پر تنقید کر کے کسی ایک یا دوسرے کے حق میں فیصلہ دیا جاوے۔ بلکہ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ وجوہات شکائت کو بالائے طاق رکھ کر فریقین میں مصالحت کرا دی جاوے۔ مسلمان اخبار نویس اگر کوئی برادری کی قوت رکھتے ہیں۔ اور یہ اخبارات اگر اپنی قوت اور اشاعت کے باوجود اپنے بھائیوں کی بات سننے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ تو وہ خدا کے لئے مناقشت کو طول دے کر شماتت اعدا کا موقعہ نہ دیں۔ اور ایک دوسرے کو وسعت حوصلہ سے گلے لگانے کی کوشش کریں۔ نہ یہ کہ الگ کرنے کی پولیسی اختیار کریں۔

دھرم پال اور گوروکل

دھرم پال کو جب آریہ سماج میں لیا گیا تو اس کی شدھی پر بڑی دھوم دھام کی گئی۔ آریہ سماج نے اس کو دیو سماج اور مسلمانوں کے خلاف لکھنے پر آمادہ کیا اور جہاں تک ممکن تھا۔ دھرم پال نے اپنے ہر دو محسنوں کے خلاف آریہ سماج کے لیڈروں کی تحریک یا کم از کم حوصلہ افزائی پر دل کھول کر حملے کئے۔ لیکن جب اس نے خود آریہ سماج کی اندرونی حالت پر روشنی ڈالی۔ تو آریہ سماج میں کھلبلی مچ گئی۔ اور دھرم پال کو ہر طرح گرانے کی کوشش کی گئی۔ دھرم پال نے اپنی اس روش کی غلطی کو اخلاقی جرائت سے قبول کیا۔ اور عملی طور پر ان تمام کتابوں کو جلا دیا۔ اب دھرم پال نے گوروکل کی حالت پر اپنے ماہواری رسالہ اندر کو ہفتہ وار اخبار کی شکل میں تبدیل کر کے روشنی ڈالنی چاہی ہے۔ جس سے آریہ سماج کا ایک گروہ جو پہلے سے اس سے بیزار ہے۔ سخت پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ گوروکل کی انتظامی یا اخلاقی نگہداشت میں غلطیوں کا ہونا ممکن ہے۔ اگر گوروکل کے حامی اسے ایسی تعلیم گاہ قرار دیتے ہیں۔ جہاں فروگذاشت ناممکن ہے۔ تو ان کا یہ دعوی سراسر بیہودہ ہے۔ دوسری طرف اس میں بعض کمزوریوں کا ہونا گوروکل کی خوبی کو ملیامیٹ نہیں کر سکتا۔ اور اسقدر گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ سچائی میں بڑی قوت ہوتی ہے اگر گوروکل کے ناظم صفائی اور دیانت سے گوروکل کی ان کمزوریوں کو جو ظاہر کی گئی ہیں۔ تسلیم کر لیں اور ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ تو یہ زیادہ مفید اور موثر ہوگا بمقابلہ اس پولیسی کے کہ سرے سے غلطیوں سے انکار کیا جاوے اور محض پردہ پوشی کو اپنے بچاؤ کی آڑ بنا یا جاوے۔

جو شخص کسی تعلیمی انسٹیٹیوشن کے نقائص کو سُن کر خوش ہوتا ہے محض اس وجہ سے کہ اس تعلیم گاہ کے مذہب سے اس کو اختلاف ہے میں اسے نہائت پست حوصلہ اور دون ہمت سمجھتا ہوں۔ گوروکل کا طریقہ تعلیم بہرحال **مفید** اور کار آمد ہے۔ اور اس کی ابتدائی حالت میں انتظامی یا اخلاقی فروگذاشتوں کا ہونا لازمی امر ہے۔ گوروکل کی خوبی یا برائی کا امتحان صرف مقابلہ سے ہو سکتا ہے۔ پس اندر کے اعتراضات سے فائدہ اُٹھاؤ اور اصلاح کرو نہ یہ کہ برا مناؤ۔ اور پردہ پوشی کرو۔

باپ بیٹے میں تنازعہ

فرقہ اہلحدیث کے ایڈوکیٹ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی مولوی ثناء اللہ امرتسری کو اپنا روحانی بیٹا کہا کرتے ہیں۔ اور بدقسمتی سے مولوی ابو سعید صاحب کی جس طرح پر اپنی صلبی اولاد سے کسی نہ کسی رنگ میں جنگ چھڑی رہتی ہے۔ اور نوبت بہ عقوق پہنچ جاتی ہے انہیں اپنے روحانی فرزندوں سے بھی وجہ شکائت پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ اسی بدقسمتی کا شکار ہو کر وہ ایڈیٹر اہلحدیث سے ناراض اور برسر پرخاش ہیں۔ کئی مرتبہ ان میں صلح ہوئی۔ اور پھر وہ صلح کسی دوسرے جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اب پھر اہلحدیث میں یہ بحث چھڑی ہے۔ ایڈیٹر اہل حدیث کا پہلو اس معاملہ میں وزندار معلوم ہوتا ہے۔ اور ایڈیٹر اشاعت السنہ کی صرف ضد پائی جاتی ہے۔ بہرحال کیا اچھا ہو۔ اگر باپ بیٹا دونوں ایک عام مجمع میں امور متنازعہ کے متعلق فیصلہ کر لیں۔ اور ہمیشہ کے لئے اس بحث کا خاتمہ کر دیں۔ یہ علمی مذاکرہ امید ہے دلچسپی سے دیکھا جائیگا۔ مگر مجھے یقین نہیں آسکتا۔ کہ مولوی ابو سعید صاحب اس میدان میں اُتریں۔ وہ عموماً حجت بازی سے پہلو بچانا جانتے ہیں۔ اور بس۔

ایک بابرکت تحریک

کسی شخص کریم بخش حنفی نامی نے اخبار افغان میں ایک مفید اور بابرکت تحریک کی ہے۔ کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی مسجد میں قرآن مجید کے باقاعدہ ترجمہ سُنانے اور سُننے کا مستقل انتظام کریں۔ اس سے ان کو بہت بڑے مفاد ہوں گے۔ یہ تحریک جتنی ضروری اور جیسی قابل قدر ہے۔ اس پر کچھ لکھنے کی حاجت نہیں۔ مسلمانوں نے قرآن مجید ہی کو چھوڑ کر یہ روز بد دیکھا ہے۔ اور محض قرآن کریم کے باعث وہ رسوا ہو رہے ہیں۔ پس اگر مسلمانوں کو ہوش آجاوے۔ اور مساجد میں قرآن مجید کے ترجمہ کا باقاعدہ درس شروع ہو جاوے تو انشاء اللہ نہائت مفید اور بابرکت ہوگا۔ اس تحریک کو عام اور عمل درآمد کے قابل بنانے کے لئے ضرورت ہے۔ کہ وہ لوگ جو اہل اثر اور بارسوخ ہیں۔ کوشش کریں۔ اور اخبارات متواتر اس تحریک پر لکھیں۔

علیگڈھ کالج خطرہ میں

اس عنوان سے بعض اخبارات میں ایک مراسلہ گشت کر رہا ہے جس کا مطلب فقط اتنا ہے۔ کہ چونکہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۲ء کو ٹرسٹیان علیگڈھ کالج کا اجلاس ہوگا اور اس میں نواب وقار الملک صاحب کا استعفا پیش ہوگا کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ الگ نہ ہوں۔ ورنہ کالج سخت خطرہ کی حالت میں ہے۔ جن لوگوں کی اعتقادی حالت اس درجہ بگڑ گئی ہو کہ وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے بجائے ایک **فانی انسان** پر اس درجہ بھروسہ کرتے ہوں کہ اس کے الگ ہو جانے سے کالج کو نقصان پہنچیگا۔ وہ اگر آج ناکام نہ ہوں۔ **تو کل ضرور ہوں گے**۔ نواب صاحب کی خدمات کی قدر نہ کرنا **احسان فراموشی اور ناسپاسی ہے**۔ مگر ان کو بُت بنانا اور ان کی **صحت** کا فکر نہ کرنا ان کی ناقدرشناسی اور خود غرضی میں داخل ہے۔ نواب صاحب اپنی ضعیفی اور علالت کی وجہ سے کالج سے الگ ہوتے ہیں۔ وہ نمائش کے بھوکے نہیں کہ لوگ انہیں مجبور کریں اور استعفیٰ واپس لینے کے لئے زور دیں۔ تاکہ ان کی عزت و شہرت ہو۔ ان کی نسبت ایسا خیال کرنا ان کی ہتک کرنا ہے۔ میں نواب صاحب کو مسلمانوں کا دلی خیرخواہ اور کالج کا سچا ہمدرد جانتا ہوں۔ مگر یہ نہائت بیہودگی ہے کہ انہیں اس ضعف اور علالت کی حالت میں بھی سکرٹریوں کے گورستان میں زندہ درگور ہونے کی صلاح دی جاوے۔ وہ ایک **مرنے والی ہستی** ہے۔ پھر اس پر اتنا اعتماد کیوں؟ خدا جو **حی قیوم** ہے۔ اس پر بھروسہ کرو۔ اس کے فضل کو ڈھونڈو گے۔ تو وقار الملک سے بہتر انسان تمہیں دیدیگا۔ کیا تمہارے اسلاف کی نظیریں تمہارے سامنے نہیں ہیں۔ **خالد بن ولید کو فاروق اعظم** جیسے بے نفس انسان خلیفہ نے معزول کر دیا محض اس لئے کہ مسلمانوں میں خدا پرستی کی **روح پیدا ہو۔ وہ مردم پرست نہ بن جاویں**۔ مبارک ہو فاروق کو اور مبارک ہو خالد کو جس نے اطاعت امیر کا بہترین نمونہ دکھا کر اور ثابت کر دیا۔ کہ اس کا کام محض **اخلاص فی الدین** ہے۔

پس جو لوگ محض اس وجہ سے نواب صاحب کے استعفٰی کو منظور کرنے کے خلاف ہیں۔ کہ **ان کے وجود پر کالج کی بہتری کا انحصار** ہے۔ میں کھلے الفاظ میں بلاخوف لومۃ لائم کہوں گا۔ کہ وہ شرک کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اسلام مردم پرستی نہیں سکھاتا۔ بلکہ وہ مردم پرستی کا دشمن ہے۔ تم اپنے خیر خواہوں اور کام کرنے والوں کی قدر کرو۔ ان کی حوصلہ افزائی کو آمادہ رہو۔ مگر یاد رکھو۔ انہیں خدا نہ بناؤ۔ **تمہارا بھلا اسی میں ہے۔**

تعلیم الاسلام کے پرانے طالب علم

مدرسہ تعلیم الاسلام کے پرانے طالب علموں کے ذمہ ان کے مدرسہ کا ایک خاص فرض ہے۔ جس کی طرف میں دیکھتا ہوں۔ انہیں کسی نے توجہ دلانے کی کوشش نہیں کی یا ایسے طور پر کوشش کی ہے کہ اس کا کوئی عملی حصہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے فیض سے حصہ لینے والوں میں بہت سے نوجوان ایسے ہیں۔ جو کالج کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں یا بعض کالجوں میں ہیں اور بعض برسرکار ہیں۔ اگر مدرسہ تعلیم الاسلام کے چھوڑنے کے بعد ان کے تعلقات بہت مضبوط اور زندہ تعلقات نہ ہوں۔ تو ایک افسوسناک امر ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ احمدیت نے ان کے تعلقات کو اخوۃ کے رنگ میں رنگین کر کے انہیں مستحکم اور مستقل خدا کے فضل سے بنا دیا ہے مگر میری غرض یہاں تعلقات کی مضبوطی سے مدرسہ تعلیم الاسلام کے ساتھ تعلقات مراد ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ مدرسہ کے لئے کیا کام کر رہے ہیں؟ اس مقصد کے لئے ضرورت ہے۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے اولڈ بوائز کی ایک **ایسوسی ایشن** ہو۔ اور اس ایسوسی ایشن کا کم از کم ایک سالانہ اجلاس قادیان میں ہو۔ اس سے جہاں تعلیم الاسلام کے فرزندوں کو ایک بار جمع ہونے کا موقعہ ملیگا اور اس تقریب سے وہ حضرت امام کے حضور حاضر ہو سکیں گے۔ وہاں وہ اپنی مساعی اور خدمات سے مدرسہ تعلیم الاسلام کو مفید مشوروں اور روپیہ سے مدد دینے کے بھی قابل ہو سکیں گے۔ ایسوسی ایشن کی ضرورت پر بہت سے دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر یہ ضرورت ایسی بدیہی ہے کہ میں خیال نہیں کرتا۔ کہ بجز شاذ کے کوئی اس سے انکار کرے۔ اس لئے اگر مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر صاحب سکول کے پرانے طلباء کو اس تحریک سے آگاہ کرنے کی کوشش کریں۔ تو کچھ تعجب نہیں کہ خدا کے فضل سے ایک ہی سال کے اندر یہ ایسوسی ایشن قائم ہو جاوے۔ تعلیم الاسلام کے پرانے طالب علموں میں سے بعض ایسے نوجوان بھی ہیں۔ جو اس وقت قادیان کے قومی سکولوں میں کام کرتے ہیں۔ اگر وہ اس تحریک کو اپنے ہاتھ میں لیں تو یہ ان کا فرض ہے۔ میں نے ایک مفید تحریک کو پیش کر دیا ہے۔ اس کے پہلوؤں پر غور کرنا ان نوجوانوں کا کام ہے۔ جو اس میں مخاطب ہیں۔

لالہ ہنسراج کا استعفا اور اخلاص و قربانی کی زندہ مثال

لالہ ہنسراج بی۔ اے پرنسپل دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور کا نام **اخلاص اور ایثار** کے لئے ہمیشہ زندہ رہیگا۔ اس نوجوان نے کالج سے نکلتے ہی قومی خدمت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ اور ۲۵ سال کے عرصہ تک اپنی لگاتار محنت اور کوشش اور جفاکشی اور نفس کشی سے ثابت کر دیا کہ یہ نوجوان اپنے عقیدہ اور مذہب کے لحاظ سے قابل عزت وجود ہے۔ ۲۵ سال تک بغیر کسی قسم کے ذرا بھی معاوضہ کے اپنی قوم کی خدمت کرنا اور پھر ایسے وقت میں جبکہ گریجویٹوں کی خاص قدر ہوتی تھی۔ اور ان کے دوسرے ہم عصر کامیابی کے بعد اعلیٰ عہدوں کو حاصل کر کے دنیا میں عزت و شہرت کے ساتھ زر اندوزی میں مصروف تھے۔ لالہ ہنسراج صاحب نے تمام دنیوی عزتوں اور روپیہ کے خیال کو ترک کر کے اپنی قوم کی تعلیمی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اور اس میں کچھ بھی کلام نہیں۔ کہ گذشتہ ۲۵ سال کی قومی اور علمی خدمت سے جو عزت و شہرت لالہ ہنسراج نے حاصل کی ہے۔ وہ روپیہ سرکاری عہدہ اور خطاب سے حاصل کردہ عزت کے مقابلہ میں لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔ لالہ ہنسراج نے ۲۵ سال تک کام کرنے کا عہد کیا تھا خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ اپنے اس پاک عہد میں پورے اترے اب وہ کالج سے مستعفی ہوتے ہیں۔ یہ استعفا انہوں نے لالہ لالچند صاحب پریسیڈنٹ کی خدمت میں بھیجدیا تھا۔ اس سے پہلے کہ لالہ لالچند صاحب کی موجودگی میں ان کے استعفا پر غور ہوتا۔ لالہ لال چند صاحب کا انتقال ہو گیا۔ گویا لالہ لال چند صاحب اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے یا انہوں نے کالج کونسل کے پریسیڈنٹ کی جگہ کو اس کے جائز حقدار کے لئے خالی کر دیا۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ میں لالہ ہنسراج صاحب سے مذہبی رنگ میں سخت اختلاف رکھتا ہوں۔ مگر میں حق کہنے سے نہیں رک سکتا۔ کہ جو شاندار خدمت اس نوجوان نے اپنی تمام خواہشوں اور آئندہ کی کامیابیوں کو کچل کر اپنی قوم کی کی ہے۔ وہ اس قابل ضرور ہے۔ کہ وہ ہر طبقہ کے لوگوں میں اپنے **اخلاص** اور ایثار کے لئے ہمیشہ عزت سے دیکھی جاوے۔ اور دوسری قوموں کے لئے سبق آموز ہو۔ خدا کرے کہ ایسے **مخلص** اور ایثار کرنے والے ہم میں بھی ہوں اور بہت ہوں۔ اور خود ہمیں بھی یہ توفیق ملے۔ آمین! بہرحال لالہ ہنسراج صاحب کو خدمت قوم میں شاندار کامیابی کے لئے مبارکباد دیتا ہوں اور بلا تامل یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ ان کا استعفا بھی تیاگ کی ایک عمدہ مثال ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس قومی مذبح پر کسی اور نوجوان کو آگے آنے کا حوصلہ دلائیں۔

مسلمانانِ ہند اپنی آیندہ پولیسی کی تلاش میں

قرآن مجید جو نوع انسان کے لئے رحمت شفا اور ہدایت ہے۔ قوموں کے **عروج و اقبال** اور ان کے ادبار و زوال کے متعلق ایک کلیہ بیان کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک وہ قوم اپنی حالت تبدیل نہ کرے۔ یہ تبدیلی جس قسم کی ہو۔ اسی قسم کے آثار و نتائج قومی حالت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں نے جب تک اس اصل کو اپنا دستور العمل رکھا۔ دنیا کے ہر حصہ میں انہوں نے کامیابی حاصل کی۔ لیکن جب سے ان کی زندگی کا ضابطہ اور قانون یورپ سے آنے لگا اور وہ مغربی تمدن و طریق سیاست کو دیکھ کر اسے ہی اپنا رہنما اور ہادی یقین کرنے لگے وہ اس راستہ سے بھٹک گئے۔ جو انہیں کامیابی کے شاندار منار کی طرف لئے جا رہا تھا۔

آج دنیا بھر میں مسلمانوں کی جو کچھ حالت ہو رہی ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مسلمانان ہند امن و آرام کی سلطنت کے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہیں کہ اس لحاظ سے وہ روئے زمین کے مسلمانوں سے بہتر حالت میں ہیں۔ مگر کچھ دنوں سے ان میں ایسی بے چینی اور گھبراہٹ پائی جاتی ہے۔

گویا کوئی چیز ان کے ہاتھ سے جاتی رہی ہے

اس میں تو کوئی کلام نہیں۔ کہ مسلمان کوئی چیز کھو تو بیٹھے ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ انہیں اتنا بھی پتہ نہیں۔ کہ انہوں نے کیا کھو دیا ہے اس لئے ان کی تلاش گمشدہ بھی غلط طریق اور بے معنی اصل پر ہو رہی ہے اور اس پر ماتم کرنے کا یہ مقام ہے۔ کہ وہ لوگ جو انہیں اس نقصان عظیم کے وقت تسلی دے سکتے تھے یا کم از کم مفید مشورہ دے سکتے تھے۔ وہ انہیں مایوسی کی راہوں پر ڈال رہے ہیں۔ جن پر چل کر بجز بھٹکنے اور ٹھوکریں کھانے اور منزل مقصود سے دور ہو جانے کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

مسلمانانِ ہند آجکل جس مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں وہ

آیندہ پولیسی ہے

تقسیم بنگال کی ترمیم یا تنسیخ (جو کچھ بھی اسے کہا جاوے) کے ساتھ اسلامی ہند میں یہ سوال پیدا ہوا ہے اور مدبران قوم اس پر رائے زنی کر رہے ہیں کہ **اب انہیں کیا کرنا چاہئے؟** جو جس کی سمجھ میں آتا ہے کر گذرتا ہے اور پھر حیران رہ جاتا ہے۔ کیونکہ

نشان منزل نہیں ملتا

میں اس مضمون میں ان رایوں پر تنقید کرنے کے لئے تیار نہیں جو اب تک اس مسئلہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ بلکہ میں ایک اصل **مسلمانوں** کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جس کو چھوڑ کر وہ حیران ہو رہے ہیں۔ تقسیم بنگال یا اس کی ترمیم کوئی ایسا سوال نہیں کہ مسلمان اس سے خوش ہوں یا گھبرا جاویں۔ اس لئے کہ جب تک بنگال کی تقسیم نہ ہوئی تھی اس وقت مسلمانوں نے اس سوال کی ضرورت نہ سمجھی تھی۔ مگر تقسیم بنگال کے منسوخ ہونے سے ان کے ملکی حقوق میں کوئی نقصان پیدا ہو سکتا ہے۔ تو جب تک تقسیم نہیں ہوئی تھی وہ نقصان اس وقت بھی موجود تھا۔ پھر ان کی اس وقت کی پالیسی

میں جو لوگ محض اس وجہ سے نواب صاحب کے استعفیٰ کو منظور کرنے کے خلاف ہیں۔ کہ **ان کے وجود پر کالج کی بہتری کا انحصار** ہے۔ میں کھلے الفاظ میں بلا خوف لومۃ لائم کہوں گا۔ کہ وہ شرک کی بنیاد رکھتے ہیں۔ **اسلام مردم پرستی نہیں سکھاتا۔ بلکہ وہ مردم پرستی کا دشمن ہے۔** تم اپنے خیر خواہوں اور کام کرنے والوں کی قدر کرو۔ ان کی حوصلہ افزائی کو آمادہ رہو۔ مگر یاد رکھو۔ انہیں خدا نہ بناؤ۔ **تمہارا بھلا اسی میں ہے۔**

مدرسہ تعلیم الاسلام کے پُرانے طالب علم

مدرسہ تعلیم الاسلام کے پُرانے طالب علموں کے ذمہ ان کے مدرسہ کا ایک خاص **فرض** ہے۔ جس کی طرف میں دیکھتا ہوں۔ انہیں کسی نے توجہ دلانے کی کوشش نہیں کی یا ایسے طور پر کوشش کی ہے کہ اس کا کوئی عملی حصّہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے فیض سے حصّہ لینے والوں میں بہت سے نوجوان ایسے ہیں۔ جو کالج کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں یا بعض کالجوں میں ہیں اور بعض برسر کار ہیں۔ اگر مدرسہ تعلیم الاسلام کے چھوڑنے کے بعد ان کے تعلقات بہت مضبوط اور زندہ تعلقات نہ ہوں۔ تو ایک افسوسناک امر ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ **احمدیت** نے ان کے تعلقات کو **اخوۃ** کے رنگ میں رنگین کر کے انہیں **مستحکم اور مستقل** خدا کے فضل سے بنا دیا ہے مگر میری غرض یہاں **تعلقات کی مضبوطی** سے مدرسہ تعلیم الاسلام کے ساتھ تعلقات مراد ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ مدرسہ کے لئے کیا کام کر رہے ہیں؟ اس مقصد کے لئے ضرورت ہے۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے اولڈ بوائز کی ایک **ایسوسی ایشن** ہو۔ اور اس ایسوسی ایشن کا کم از کم ایک سالانہ اجلاس قادیان میں ہو۔ اس سے جہاں تعلیم الاسلام کے فرزندوں کو ایک بار جمع ہونے کا موقعہ ملیگا اور اس تقریب سے وہ حضرت امام کے حضور حاضر ہو سکیں گے۔ وہاں وہ اپنی مساعی اور خدمات سے مدرسہ تعلیم الاسلام کو مفید مشورں اور روپیہ سے مدد دینے کے بھی قابل ہو سکیں گے۔ ایسوسی ایشن کی ضرورت پر بہت سے دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر یہ ضرورت ایسی بدیہی ہے کہ میں خیال نہیں کرتا۔ کہ بجز شاذ کے کوئی اس سے انکار کرے۔ اس لئے اگر مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر صاحب سکول کے پُرانے طلباء کو اس تحریک سے آگاہ کرنے کی کوشش کریں۔ تو کچھ تعجب نہیں کہ خدا کے فضل سے ایک ہی سال کے اندر یہ **ایسوسی ایشن** قائم ہو جاوے۔ تعلیم الاسلام کے پُرانے طالب علموں میں سے بعض ایسے نوجوان بھی ہیں۔ جو اس وقت قادیان کے ہائی سکول میں کام کرتے ہیں۔ اگر وہ اس تحریک کو اپنے ہاتھ میں لیں تو یہ ان کا فرض ہے۔ میں نے ایک مفید تحریک کو پیش کر دیا ہے۔ اس کے پہلوؤں پر غور کرنا ان نوجوانوں کا کام ہے۔ جو اس میں مخاطب ہیں۔

لالہ ہنسراج کا استعفا اور اخلاص و قربانی کی زندہ مثال

لالہ ہنسراج بی۔ اے پرنسپل دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور کا نام **اخلاص و ایثار** کے لئے ہمیشہ زندہ رہیگا۔ اس نوجوان نے کالج سے نکلتے ہی قومی خدمت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ اور ۲۵ سال کے عرصہ تک اپنی لگاتار محنت اور کوشش اور جفاکشی اور نفس کشی سے ثابت کر دیا کہ یہ نوجوان اپنے عقیدہ اور مذہب کے لحاظ سے قابل عزت وجود ہے۔ ۲۵ سال تک بغیر کسی قسم کے ذرا بھی معاوضہ کے اپنی قوم کی خدمت کرنا اور پھر ایسے وقت میں جبکہ گریجویٹوں کی خاص قدر ہوتی تھی۔ اور ان کے دوسرے ہم عصر کامیابی کے بعد اعلیٰ عہدوں کو حاصل کر کے دُنیا میں عزت و شہرت کے ساتھ زر اندوزی میں مصروف تھے۔ لالہ ہنسراج صاحب نے تمام دُنیوی عزتوں اور روپیہ کے خیال کو ترک کر کے اپنی قوم کی تعلیمی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اور اس میں کچھ بھی کلام نہیں۔ کہ گذشتہ ۲۵ سال کی قومی اور علمی خدمت سے جو عزت و شہرت لالہ ہنسراج نے حاصل کی ہے۔ وہ روپیہ سرکاری عہدہ اور خطاب سے حاصل کردہ عزت کے مقابلہ میں لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔ لالہ ہنسراج نے ۲۵ سال تک کام کرنے کا عہد کیا تھا خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ اپنے اس پاک عہد میں پورے اُترے اب وہ کالج سے مستعفی ہوتے ہیں۔ یہ استعفا انہوں نے لالہ لالچند صاحب پریسیڈنٹ کی خدمت میں بھیجدیا تھا۔ اس سے پہلے کہ لالہ لالچند صاحب کی موجودگی میں ان کے استعفا پر غور ہوتا۔ لالہ لال چند صاحب کا انتقال ہو گیا۔ گویا لالہ لال چند صاحب اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے یا انہوں نے کالج کونسل کے پریسیڈنٹ کی جگہ کو اس کے جائز حقدار کے لئے خالی کر دیا۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ میں لالہ ہنسراج صاحب سے مذہبی رنگ میں سخت اختلاف رکھتا ہوں۔ مگر میں حق کہنے سے نہیں رُک سکتا۔ کہ جو شاندار خدمت اس نوجوان نے اپنی تمام خواہشوں اور آئندہ کی کامیابیوں کو کچل کر اپنی قوم کی کی ہے۔ وہ اس قابل ضرور ہے۔ کہ وہ ہر طبقہ کے لوگوں میں اپنے **اخلاص** اور ایثار کے لئے ہمیشہ عزت سے دیکھی جاوے۔ اور دوسری قوموں کے لئے **سبق آموز** ہو۔ خدا کرے کہ ایسے **مخلص** اور ایثار کرنے والے ہم میں بھی ہوں اور بہت ہوں۔ اور خود ہمیں بھی یہ توفیق ملے۔ آمین! بہرحال لالہ ہنسراج صاحب کو خدمت قوم میں شاندار کامیابی کے لئے مبارکباد دیتا ہوں اور بلا تامل یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ ان کا استعفا بھی تیاگ کی ایک عمدہ مثال ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس قومی مذبح پر کسی اور نوجوان کو آگے آنے کا حوصلہ دلائیں۔

مسلمانانِ ہند اپنی آئندہ پولیسی کی تلاش میں

قرآن مجید جو نوع انسان کے لئے رحمۃ شفا اور ہدایت ہے۔ قوموں کے **عروج و اقبال** اور ان کے ادبار و زوال کے متعلق ایک کلیہ بیان کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک وہ قوم اپنی حالت تبدیل نہ کرے۔ یہ تبدیلی جس قسم کی ہو اسی قسم کے اثمر و نتائج قومی حالت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں نے جب تک اس اصل کو اپنا دستور العمل رکھا۔ دنیا کے ہر حصہ میں انہوں نے کامیابی حاصل کی۔ لیکن جب سے ان کی زندگی کا ضابطہ اور قانون یورپ سے آنے لگا اور وہ مغربی تمدن و طریق سیاست کو دیکھ کر اسے ہی اپنا رہنما و ہادی یقین کرنے لگے وہ اس راستہ سے بھٹک گئے۔ جو انہیں کامیابی کے شاندار منار کی طرف لئے جا رہا تھا۔

آج دُنیا بھر میں مسلمانوں کی جو کچھ حالت ہو رہی ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مسلمانانِ ہند امن و آرام کی سلطنت کے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہیں کہ اس لحاظ سے وہ روئے زمین کے مسلمانوں سے بہتر حالت میں ہیں۔ مگر تاہم ان کے دلوں سے ان میں ایسی بے چینی اور گھبراہٹ پائی جاتی ہے۔

گویا کوئی چیز ان کے ہاتھ سے جاتی رہی ہے

اس میں تو کوئی کلام نہیں۔ کہ مسلمان کوئی چیز کھو تو بیٹھے ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ انہیں اتنا بھی پتہ نہیں۔ کہ انہوں نے کیا کھویا ہے اس لئے ان کی تلاش گمشدہ بھی غلط طریق اور بے معنی اصل پر ہو رہی ہے اور اس پر ماتم کرنے کا یہ مقام ہے۔ کہ وہ لوگ جو انہیں اس نقصان عظیم کے وقت تسلی دے سکتے تھے یا کم از کم مفید مشورہ دے سکتے تھے۔ وہ انہیں پالیسی کی راہوں پر ڈال رہے ہیں۔ جن پر چل کر بجز بھٹکنے اور ٹھوکریں کھانے اور منزل مقصود سے دور ہو جانے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

مسلمانانِ ہند آجکل جس مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں وہ

آئندہ پولیسی ہے

تقسیم بنگال کی ترمیم یا تنسیخ (جو کچھ بھی اسے کہا جاوے) کے ساتھ اسلامی ہند میں یہ سوال پیدا ہوا ہے اور مدبران قوم اس پر رائے زنی کر رہے ہیں کہ اب **انہیں کیا کرنا چاہئے؟** جو جس کی سمجھ میں آتا ہے کر گذرتا ہے اور پھر حیران رہ جاتا ہے۔ کیونکہ

نشانِ منزل نہیں ملتا

میں اس مضمون میں ان رائیوں پر تنقید کرنے کے لئے تیار نہیں جو اب تک اس مسئلہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ بلکہ میں ایک اصل **مسلمانوں** کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جس کو چھوڑ کر وہ حیران ہو رہے ہیں۔ تقسیم بنگال یا اس کی ترمیم کوئی ایسا سوال نہیں کہ مسلمان اس سے خوش ہوں یا گھبرا جاویں۔ اس لئے کہ جب تک بنگال کی تقسیم نہ ہوئی تھی۔ اس وقت مسلمانوں نے اس سوال کی ضرورت نہ سمجھی تھی۔ اگر تقسیم بنگال کے مسترد ہونے سے ان کے ملکی حقوق میں کوئی نقصان پیدا ہو سکتا ہے۔ تو جب تک تقسیم نہیں ہوئی تھی وہ نقصان اس وقت بھی موجود تھا۔ پھر ان کی اس وقت کی پولیسی

نے انہیں کسی غلط راستہ پر نہیں ڈال دیا تھا۔ جو انہیں کسی جدید پولیسی کی حاجت ہو۔ بہرحال میں اس پولیسی پر پھر بحث کرنے کا خدا کے فضل سے ارادہ رکھتا ہوں۔ سردست میں مسلمانوں کو اس امر سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ

انہوں نے کھویا کیا ہے اور تلاش کیا کر رہے ہیں؟

جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور حالات اس کی تائید کرتے ہیں۔ وہ چیز جو مسلمانوں نے کھوئی ہے۔ وہ

قرآن مجید کی اتباع ہے

قرآن مجید کو ہاتھ سے دیکر مسلمانوں نے بہت نقصان اُٹھایا ہے اور اُٹھا رہے ہیں۔ اگر وہ اس **پاک رسی** کو ہاتھ سے نہ دیتے تو ان میں **تفرقہ** نہ ہوتا اور اس پر **شیرازہ قوم** کو مضبوط اور قائم رکھنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اصل ان کو تعلیم کیا تھا۔ وہ

ایک امیر کے ماتحت ہونا ہے

امیر قوم کا مسئلہ ایسا عجیب ہے۔ اور اسلام میں اس کی تعلیم یہاں تک وسیع کی گئی ہے کہ سفر میں بھی جب دو سے زیادہ رفیق ہوں۔ اور تین سے کم کی تو اجازت ہی نہ ہوتی تھی۔ تو اس میں بھی ایک امیر کا تقرر ضروری تھا۔ اور ہر گھر اور کنبہ میں امیر قوم ہوتا تھا۔ اور اس کا زندہ نمونہ نماز کے امام کی صورت میں رکھدیا۔ تاکہ مسلمانوں کو پانچ مرتبہ دن میں اس اسلامی اصل پر غور کرنے کا موقعہ ملے اور اس کو وہ مضبوط پکڑے رہیں۔ مگر جب بدقسمتی سے مسلمانوں نے اپنی زندگی کے لئے یورپ کا اسوہ تجویز کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ دیا تو

انہوں نے یہ بوجھ بڑھ دیکھا

کہ ابھی انہیں پتہ نہیں لگتا کہ وہ دنیا میں کس طرح پر زندگی بسر کریں؟ مسلمانوں کو اس اسوہ حسنہ کی تعلیم اور تلقین علماء کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے جو راہ اختیار کی وہ اور بھی خطرناک ثابت ہوئی۔ انہوں نے بجائے اسلام میں یکجہتی اور اتحادی روح کو پیدا کرنے کے ان میں تفرقہ اندازی اور دھڑہ بندی کے اصولوں کو جاری کیا۔ اور یہ مرض ان میں محض اس وجہ سے آیا کہ انہوں نے

خود غرضی اختیار کی

حالانکہ اسلام خود غرضی کی تعلیم نہیں دیتا۔ ان جتھوں اور گروہوں سے مسلمانوں سے وہ اصل گم ہو گیا۔ جو

نیشنلٹی اور ہیومنٹی کے تفرقہ کو ظاہر کرتا ہے۔

اسلام نے نیشنلٹی کی تعلیم نہیں دی تھی بلکہ ہیومنٹی کی تعلیم دی تھی۔ کیونکہ نیشنلٹی کے مفہوم میں خودغرضی کے جراثیم ضرور پائے جاتے ہیں۔ یورپ اور دوسری مغربی اقوام نے نیشنلٹی کو سیکھا اور اسی کو رواج دینا چاہا تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے اپنے دستور العمل کو چھوڑ کر اس ملمع شدہ مغربی اصول کو لے لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو پتہ ہی نہ رہا کہ کدھر جانا تھا اور کہاں جا پہنچے۔ وہ مسلمان جو دنیا میں حقیقی اخوت اور محبت پھیلانے کے مدعی تھے۔ آج

ہندو مسلمانوں کا سوال لئے بیٹھے ہیں

اور اس سوال کی بھول بھلیوں میں پھنس کر نکلنے کی راہ نہیں پاتے۔ پس میں تو بلاخوف لومۃ لائم یہی کہوں گا۔ کہ مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ دیا اور قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا۔ ان میں کوئی دینی امام اور خلیفہ نہ رہا۔ یا انہوں نے اپنی بدقسمتی سے نہ رہنے دیا۔ وہ ایک خود رائے جماعت کی طرح جدھر جس کا منہ اُٹھا چلدیئے اور منزل مقصود سے دور ہوتے گئے۔ اور اب وہ اتنے دور چلے گئے ہیں کہ

خطرناک لیڈروں اور حقیقی رہبروں میں تمیز نہیں کر سکتے

اس بیکسی اور بے کسی کے عالم میں جو کچھ بھی تکلیف وہ اُٹھائیں اس کے مستحق ہیں ÷ مسلمانوں کی آئندہ طرز زندگی کے متعلق کسی خاص **دستور العمل** کی ترتیب یا تجویز کی قرآن مجید کے ہوتے ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر وہ قرآن مجید پر تدبر کریں۔ تو انہیں حاکم اور محکوم۔ تاجر اور ملازم غرض زندگی کی ہر حالت اور طبقہ کے لحاظ سے بسر اوقات کے طریقے تعلیم کئے گئے ہیں۔ تاہم کسی صحیح اور ناقابل خطا **اصل** کی تجویز اس وقت تک ناممکن ہے۔ کہ وہ اپنے ہزاروں لیڈروں کو چھوڑ کر

ایک امام اور خلیفہ کے ماتحت نہیں ہوتے

یہی ایک وجود ہو سکتا ہے جو ان کی باہمی نزاعوں میں قول فیصل صادر کرے اور اس کی رائے اگر خدانخواستہ غلط بھی ہو۔ تو موجب ثواب اور بھلائی ہو سکتی ہے۔ اسی میں خیر و برکت ہوگی۔ اس لئے جو لوگ مسلمانوں کی آئندہ پولیسی اور ان کی آنے والی حالت پر رائے زنی کر رہے ہیں۔ انہیں سب سے پہلے اس سوال کو سوچنا چاہئے مسلمان اپنی آئندہ بھلائی اور بہتری کے لئے ہندوؤں سے مصافحہ اور معانقہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس مبارک اصلاح پر ہم سب سے پہلے خوش ہو سکتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ یہ اتفاق و اتحاد کیا انہیں فائدہ پہنچا سکیگا۔ بحالیکہ

گھر میں نفاق اور جدال ہو

اور ان کی حالت بالکل اس شعر کی مصداق ہو۔

ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

دوسری قوموں کے ساتھ ہمارے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئیں۔ یہ ایک جداگانہ بحث ہے۔ سب سے اول تو یہ امر قابل غور ہے۔ کہ ہماری اپنی حالت کیا ہے؟ اگر مسلمان اس پر غور کریں تو میں سمجھتا ہوں۔ ان کی مشکل کا حل انہیں مل جاوے گا۔ خیال تو کرو۔ اگر مسلمانوں میں باہم اتفاق ہو۔ ان کی جمعیت خود منتشر نہ ہو۔ اور وہ ایک دوسرے کے لئے ایثار اور اخلاص کی صفات اپنے اندر رکھتے ہوں۔ تو ان کی مجموعی حالت بجائے خود ایک مستحکم قومیت کا نمونہ ہو سکتی ہے۔ وہ کیا بات تھی کہ ایک مٹھی بھر مسلمان دنیا میں پھیل گئے اور غیر قوموں کے ساتھ ان کے تعلقات بھی عمدہ رہے اور وہ ایک گوشہ نشینی اور گمنامی کی حالت سے نکل کر سلاطین وقت ہو گئے۔ اُن کے سامنے نہ غیر زبان کا سوال آیا نہ غیر قوم کا۔ آج یہ حالت ہے کہ کہیں ہندی اور اردو کا جھگڑا ہے۔ کہیں مسلمان اور ہندو کا۔ ان تمام مصیبتوں کی جڑ یہی ہے کہ

مسلمان ایک امام کے ماتحت نہیں

اور قرآن کریم کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ ان کی حالت کی اصلاح ہو اور دنیا میں **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** کے نیچے وہ زندگی بسر کریں۔ تو ایک یہی راہ ہے۔ کہ اپنی گم گشتہ متاع کو پھر پالیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سلسلہ اسی منہاج نبوۃ پر قائم کیا ہے۔ ایک امام دنیا میں آیا اور اب اس کا جانشین اپنے اسلاف کے نمونہ پر مسلمانوں میں **وحدۃ** قائم کرنا چاہتا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ صراط مستقیم سے نہ ہٹو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری کھوئی ہوئی عزت تمہیں ملے۔ تو تمہاری پالیسی وہی ہونی چاہئے جو قرآن کریم نے تمہیں تعلیم کی ہے۔ جب تک تم اس کو دستور العمل نہیں بناتے۔ تمہارا ایجی ٹیشن تمہاری جدوجہد محض فضول اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہے۔ تم جب خدا کے ہو جاوگے۔ تو خدا تمہارا ہوگا۔ تمہیں کسی ایجی ٹیشن کی قطعاً حاجت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک **محسن** گورنمنٹ کے زیر سایہ رکھا ہے۔ وہ تمہاری ضروریات اور حقوق کو شناخت کرتی ہے اور تم سے بہتر سمجھتی ہے۔ پس تم خدا کو راضی کرو کہ وہ تمہاری بہتری کی اور راہیں کھول دیگا۔ اس سلسلہ میں انشاء اللہ العزیز اور مضامین بھی لکھنے کا ارادہ ہے۔ مگر یہ موقوف ہے توفیق ایزدی کے ملنے پر۔ مختصر الفاظ میں مسلمان اپنی آئندہ پولیسی کے لئے حیران و پریشان نہ ہوں۔ اور نہ اپنی گھبراہٹ اور بے چینی سے اپنے وقار اور صبر کو دھبہ لگائیں۔ ان کی پولیسی ہمیشہ لاتبدیل الفاظ میں یہی ہے کہ قرآن کو ہاتھ سے نہ دو۔ کیونکہ

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

اس کتاب میں کوئی ہلاکت کی بات ہی نہیں ہے۔ اگر یہ تمہارا **دستور العمل** ہوگا تو یاد رکھو۔ یہ تمہاری مستقل اور لاتبدیل پولیسی اسی کی **ھدایت** ہوگی۔ اور وہ تمہارے لئے بابرکت ہوگی۔ خدا کرے کہ تم اسے سمجھو۔ اور عمل کرو۔

صبح عید

حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد کا ایک واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ وہ بیت المال کے متعلق کسقدر احتیاط کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ تو کسی اگلی اشاعت میں ہم اپنے خلیفۃ المسیح کے بعض دلچسپ واقعات بھی ناظرین کو سنائیں گے۔ وباللہ التوفیق۔ ایڈیٹر

عمر بن عبد العزیز اسلامی بادشاہوں کے خاندان بنی امیہ کے ایک مشہور خلیفہ گذرے ہیں۔ اُن کی نسبت تمام مورخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے بعد ایسا خلیفہ پھر کوئی نہیں ہوا۔ ان کے عدل و انصاف کے قصے ادب کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں جبکہ روزے ختم ہو چکے تھے۔ اور دوسرا دن عید کا تھا۔ کہ ان کی بیوی فاطمہ اُن کے خلوت خانہ میں داخل ہوئی۔ اور اثنائے گفتگو میں کہا۔ امیر المومنین! جس طرح خدا کے بندوں کا حق آپ کی گردن پر ہے۔ اسی طرح اپنے نفس کا خیال رکھنا بھی آپ کو واجب ہے۔

خلیفہ۔ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے۔

شہنشاہ بیگم۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ دن بھر تو مہمات خلافت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور رات بھر عبادت الٰہی میں۔ پھر وہ کونسا وقت ہے۔ جس میں آپ کو آرام کرنا چاہئے۔ شب بیداری کے سبب

نے انہیں کسی غلط راستہ پر نہیں ڈال دیا تھا۔ جو انہیں کسی جدید پولیسی کی حاجت ہو۔ بہرحال میں اس پولیسی پر پھر بحث کرنے کا خدا کے فضل سے ارادہ رکھتا ہوں۔ سردست میں مسلمانوں کو اس امر سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ

اُنہوں نے کھویا کیا ہے اور تلاش کیا کر رہے ہیں؟

جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور حالات اس کی تائید کرتے ہیں۔ وہ چیز جو مسلمانوں نے کھوئی ہے۔ وہ

قرآن مجید کی اتباع ہے

قرآن مجید کو ہاتھ سے دیکر مسلمانوں نے بہت نقصان اُٹھایا ہے اور اُٹھا رہے ہیں۔ اگر وہ اس پاک رسن کو ہاتھ سے نہ دیتے تو ان میں تفرقہ نہ ہوتا اور اس پر شیرازہ قوم کو مضبوط اور قائم رکھنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اصل ان کو تعلیم کیا تھا۔ وہ

ایک امیر کے ماتحت ہونا ہے

امیر قوم کا مسئلہ ایسا عجیب ہے۔ اور اسلام میں اس کی تعلیم یہاں تک دی گئی ہے کہ سفر میں بھی جب دو سے زیادہ رفیق ہوں۔ اور ... کی تو اجازت ہی نہ ہوتی تھی۔ تو اس میں بھی ایک امیر کا تقرر ضروری تھا۔ اور ہر گھر اور کنبہ میں امیر قوم ہوتا تھا۔ اور اس کا زندہ نمونہ نماز کے امام کی صورت میں رکھ دیا۔ تاکہ مسلمانوں کو پانچ مرتبہ دن میں اس اسلامی اصل پر غور کرنے کا موقعہ ملے اور اس کو وہ مضبوط پکڑے رہیں۔ مگر جب بدقسمتی سے مسلمانوں نے اپنی زندگی کے لئے یورپ کا اسوہ تجویز کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ دیا تو

اُنہوں نے یہ یوم بد دیکھا

کہ آج انہیں اتنا پتہ نہیں لگتا کہ وہ دنیا میں کس طرح پر زندگی بسر کریں؟ مسلمانوں کو اس اسوہ حسنہ کی تعلیم اور متقین علماء کر سکتے تھے۔ مگر اُنہوں نے جو راہ اختیار کی وہ اور بھی خطرناک ثابت ہوئی۔ اُنہوں نے بجائے اسلام میں یک جہتی اور اتحادی روح کو پیدا کرنے کے ان میں تفرقہ اندازی اور دھڑہ بندی کے اصولوں کو جاری کیا۔ اور یہ مرض ان میں محض اس وجہ سے آیا کہ انہوں نے

خودغرضی اختیار کی

حالانکہ اسلام خودغرضی کی تعلیم نہیں دیتا۔ ان جتھوں اور فرقوں سے مسلمانوں سے وہ اصل گم ہو گیا۔ جو

نیشنلٹی اور ہیومینٹی کے تفرقہ کو ظاہر کرتا ہے۔

اسلام نے نیشنیلٹی کی تعلیم نہیں دی تھی بلکہ ہیومنیٹی کی تعلیم دی تھی۔ کیونکہ نیشنلٹی کے مفہوم میں خودغرضی کے جراثیم ضرور پائے جاتے ہیں۔ یورپ اور دوسری مغربی اقوام نے نیشنلٹی کو سیکھا اور اسی کو رواج دینا چاہتا تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے اپنے دستور العمل کو چھوڑ کر اس ملمع شدہ مغربی اصول کو لے لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو پتہ ہی نہ رہا کہ کدھر جانا تھا اور کہاں جا پہنچے۔ وہ مسلمان جو دنیا میں حقیقی اخوت اور محبت پھیلانے کے مدعی تھے۔ آج

ہندو مسلمانوں کا سوال لئے بیٹھے ہیں

اور اس سوال کی بھول بھلیوں میں پھنس کر نکلنے کی راہ نہیں

پاتے۔ پس میں تو بلاخوف لومۃ لائم یہی کہوں گا۔ کہ مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ دیا اور قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا۔ ان میں کوئی دینی امام اور خلیفہ نہ رہا۔ یا اُنہوں نے اپنی بدقسمتی سے نہ رہنے دیا۔ وہ ایک خود رائے جماعت کی طرح جدھر جس کا منہ اُٹھا چلدیئے اور منزل مقصود سے دور ہوتے گئے۔ اور اب وہ اتنے دور چلے گئے ہیں کہ

خطرناک لیڈروں اور حقیقی رہبروں میں تمیز نہیں کر سکتے

اس بےکسی اور بےبسی کے عالم میں جو کچھ بھی تکلیف وہ اٹھائیں اس کے مستحق ہیں۔ مسلمانوں کی آئندہ طرز زندگی کے متعلق کسی خاص دستور العمل کی ترتیب یا تجویز کی قرآن مجید کے ہوتے ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر وہ قرآن مجید پر تدبر کریں۔ تو انہیں حاکم اور محکوم۔ تاجر اور ملازم غرض زندگی کی ہر حالت اور طبقے کے لحاظ سے بسر اوقات کے طریقے تعلیم کئے گئے ہیں۔ تاہم کسی صحیح اور ناقابل خطا اصل کی تجویز اس وقت تک ناممکن ہے۔ کہ وہ اپنے ہزاروں لیڈروں کو چھوڑ کر

ایک امام اور خلیفہ کے ماتحت نہیں ہوتے

یہی ایک وجود ہو سکتا ہے جو ان کی باہمی نزاعوں میں قول فیصل صادر کرے اور اس کی رائے اگر خدانخواستہ غلط بھی ہو۔ تو موجب ثواب اور بھلائی ہو سکتی ہے۔ اسی میں خیر و برکت ہوگی۔ اس لئے جو لوگ مسلمانوں کی آئندہ پولیسی اور ان کی آنے والی حالت پر رائے زنی کر رہے ہیں۔ انہیں سب [illegible] سوال کو سوچنا چاہئے مسلمان اپنی آئندہ بھلائی اور بہتری کے لئے ہندوؤں سے مصافحہ اور معانقہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس مبارک اصلاح پر ہم سب سے پہلے خوش ہو سکتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ یہ اتفاق و اتحاد کیا انہیں فائدہ پہنچا سکیگا۔ جبکہ

گھر میں نفاق اور جدال ہو

اور ان کی حالت بالکل اس شعر کی مصداق ہو۔

ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف است وجنگ

دوسری قوموں کے ساتھ ہمارے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئیں۔ یہ ایک جدا گانہ بحث ہے۔ سب سے اول تو یہ امر قابل غور ہے۔ کہ ہماری اپنی حالت کیا ہے؟ اگر مسلمان اس پر غور کریں تو میں سمجھتا ہوں۔ ان کی مشکل کا حل انہیں مل جاوے گا۔ خیال تو کرو۔ اگر مسلمانوں میں باہم اتفاق ہو۔ ان کی جمعیت خود منتشر نہ ہو۔ اور وہ ایک دوسرے کے لئے ایثار اور اخلاص کی صفات اپنے اندر رکھتے ہوں۔ تو ان کی مجموعی حالت بجائے خود ایک مستحکم قومیت کا نمونہ ہو سکتی ہے۔ وہ کیا بات تھی کہ ایک مُٹھی بھر مسلمان دُنیا میں پھیل گئے اور غیرقوموں کے ساتھ ان کے تعلقات بھی عمدہ رہے اور وہ ایک گوشہ نشینی اور گمنامی کی حالت سے نکل کر سلاطین وقت ہو گئے۔ اُن کے سامنے نہ غیر زبان کا سوال آیا نہ غیر قوم کا۔ آج یہ حالت ہے کہ کہیں ہندی اور اردو کا جھگڑا ہے۔ کہیں مسلمان اور ہندو کا۔ ان تمام مصیبتوں کی جڑھ وہی ہے کہ

مسلمان ایک امام کے ماتحت نہیں

اور قرآن کریم کو اُنہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ ان کی حالت کی اصلاح ہو۔ اور دُنیا میں **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ** وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کے نیچے وہ زندگی بسر کریں۔ تو انہیں یہی راہ ہے۔ کہ اپنی گم گشتہ متاع کو پھر ڈھونڈیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سلسلہ اسی منہاج نبوۃ پر قائم کیا ہے۔ ایک امام دُنیا میں آیا۔ اور اب اس کا جانشین اپنے اسلاف کے نمونہ پر مسلمانوں میں وحدت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ صراط مستقیم سے نہ ہٹو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری کھوئی ہوئی عزت تمہیں ملے۔ تو تمہاری پالیسی وہی ہونی چاہئے جو قرآن کریم نے تمہیں تعلیم کی ہے۔ جب تک تم اس کو دستور العمل نہیں بناتے۔ تمہارا ایجی ٹیشن تمہاری جدوجہد محض فضول اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہے۔ تم جب خدا کے ہو جاؤ گے۔ تو خدا تمہارا ہوگا۔ تمہیں کسی ایجی ٹیشن کی قطعاً حاجت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک محسن گورنمنٹ کے زیر سایہ رکھا ہے۔ وہ تمہاری ضروریات اور حقوق کو شناخت کرتی ہے اور تم سے بہتر سمجھتی ہے۔ پس تم خدا کو راضی کرو۔ کہ وہ تمہاری بہتری کی اور راہیں کھول دیگا۔ اس سلسلہ میں انشاء اللہ العزیز اور مضامین بھی لکھنے کا ارادہ ہے۔ مگر یہ موقوف ہے توفیق ایزدی کے ملنے پر۔ مختصر الفاظ میں مسلمان اپنی آئندہ پولیسی کے لئے حیران و پریشان نہ ہوں۔ اور نہ اپنی گھبراہٹ اور بےچینی سے اپنے وقار اور صبر کو دھبہ لگائیں۔ ان کی پولیسی ہمیشہ لاتبدیل الفاظ میں یہی ہے کہ قرآن کو ہاتھ سے نہ دو۔ کیونکہ

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

اس کتاب میں کوئی ہلاکت کی بات ہی نہیں ہے۔ اگر یہ تمہارا دستور العمل ہو گا تو یاد رکھو۔ یہ تمہاری مستقل اور لاتبدیل پولیسی اسی کی ھدایت ہوگی۔ اور وہ تمہارے لئے بابرکت ہوگی۔ خدا کرے کہ تم اسے سمجھو۔ اور عمل کرو۔

صُبحِ عید

حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد کا ایک واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ وہ بیت المال کے متعلق کس قدر احتیاط کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ تو کسی اگلی اشاعت میں ہم اپنے خلیفۃ المسیح کے بعض دلچسپ واقعات بھی ناظرین کو سنائیں گے۔ وباللہ التوفیق۔ ایڈیٹر

عمر بن عبد العزیز اسلامی بادشاہوں کے خاندان بنی اُمیہ کے مشہور خلیفہ گذرے ہیں۔ اُن کی نسبت تمام مورخین بالاتفاق کہتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے بعد ایسا خلیفہ پھر کوئی نہیں ہوا۔ ان کے عدل و انصاف کے قصے ادب کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں جبکہ روزے ختم ہو چکے تھے۔ اور دوسرا دن عید کا تھا۔ کہ اُن کی بیوی فاطمہ اُن کے خلوت خانہ میں داخل ہوئی۔ اور اثنائے گفتگو میں کہا۔ امیر المومنین! جسطرح خدا کے بندوں کا حق آپ کی گردن پر ہے۔ اسی طرح اپنے نفس کا خیال رکھنا بھی آپ کو واجب ہے۔

خلیفہ۔ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے۔

شہنشاہ بیگم۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ دن بھر تو مہمات خلافت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور رات بھر عبادت الٰہی میں۔ پھر وہ کونسا وقت ہے۔ جس میں آپ کو آرام کرنا چاہئے۔ شب بیداری کے سبب

آپ کی آنکھیں آشوب کر آئی ہیں۔

خلیفہ۔ بیشک میرے نفس کا حق بھی میری گردن پر ہے۔ مگر خدا کے اور بندوں کے حق نے میرے تمام اوقات بھر دیئے ہیں۔ اب میں ڈرتا ہوں کہ اگر اُن اوقات میں سے کوئی وقت اپنے آرام کے لئے نکالوں۔ تو قیامت کے دن مجھ سے باز پرس ہوگی۔

شہنشاہ بیگم۔ مگر امیر المومنین! اپنے نفس کی نسبت بھی تو آپ سے باز پرس ہوگی۔ کیا خدا آپ سے یہ سوال نہیں کر سکتا کہ ہم نے جو روح تمہارے قالب میں پھونکی تھی۔ اور جو جسم تم کو عنایت کیا تھا۔ اس کو آسائش دینا اور اس کو تازہ رکھنا تمہارا فرض تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم نے اپنے نفس کو ذرا بھی آسائش نہیں دی۔ اور تم اس آیت کے مضمون سے غافل ہو گئے۔ جو ہم نے قرآن میں نازل کی تھی۔ اور جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے مسلمانو تم اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

خلیفہ۔ خیر میں آئندہ سے اس کا خیال بھی رکھوں گا۔ اور اپنے آرام کے لئے کوئی وقت نکال لوں گا۔ مگر سچ پوچھو۔ تو میرا دل ہرگز اس بات کو گوارا نہیں کرتا۔ کہ میں آرام سے سوؤں اور میری رعایا بے آرام ہو۔

شہنشاہ بیگم۔ میں صرف شب بیداری کے لئے ہی نہیں کہتی بلکہ یہ بات بھی یاد دلاتی ہوں۔ کہ امیر المومنین نے خوراک میں بھی اس قدر کمی کر دی ہے۔ کہ جس سے جسمانی طاقت میں دن بدن کمی ہونے کا اندیشہ ہے۔

خلیفہ۔ تمہاری یہ نصیحت بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ میری غذا اسقدر کافی ہے۔ کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں اپنی غذا میں اضافہ کروں۔ تو میری صحت میں فرق آجائیگا۔ نیند بڑھ جائیگی۔ اور سستی اور کاہلی غالب آجائیگی۔ پھر میں اس قابل کہاں رہوں گا کہ رعایا کے اور ملک کے جو فرائض میری گردن پر ہیں۔ اُن کو ہوشیاری سے انجام دے سکوں۔

شہنشاہ بیگم۔ امیر المومنین۔ یہ میں نہیں کہتی۔ کہ غذا آپ اسقدر بڑھائیں۔ بلکہ میرا منشاء ہے۔ کہ آپ کی صحت بنی رہے۔ اور طاقت بحال رہے۔ مقوی غذا کھانے سے میرا مطلب تھا۔ غذا پر ہی موقوف نہیں ہے۔ آپ کا لباس بھی بہت پرانا اور میلا ہو گیا ہے۔ اور میں پیوند لگاتے لگاتے تھک گئی ہوں۔ آپ جب امیر المومنین ہیں۔ تو آپ میں اسقدر مقدرت نہیں کہ نئی قمیص آپ بنا سکیں۔ اور پُرانی قمیص کو بدل ہی ڈالیں۔

خلیفہ۔ ام عبد اللہ۔ تم مجھے اس نصیحت سے بھی معاف رکھو میں مسلمانوں کے بیت المال پر زیادہ بوجھ نہیں ڈال سکتا۔ آخر قیامت کے روز میں اس بات کا کیا جواب دوں گا۔ کہ میں نے کافی سے زیادہ روپیہ بیت المال سے صرف کر ڈالا ہے۔ حالانکہ میرا کوئی حق نہ تھا۔ کیا تم کو خبر نہیں۔ کہ خلفائے راشدین کے مرنے کے بعد اُن کے گھروں سے کوئی قیمتی چیز نہ نکلی تھی۔ اور جو ضروری سامان اُن کے پاس تھا۔ وہ بھی بیت المال میں داخل کر دیا گیا۔ کیا تمہارے نزدیک میرا درجہ خدا کے سامنے اُن سے زیادہ ہے؟ اور کیا میں اس بات کا زیادہ حقدار ہوں۔ کہ اپنا بوجھ بیت المال پر ڈالوں۔ اور اس کے معاوضہ میں خلافت کا کام کروں؟

شہنشاہ بیگم یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئیں۔ پھر انہوں نے چاہا کہ بال بچوں کے لئے عید کا خرچ طلب کریں۔ مگر چونکہ خلیفہ کا مزاج درست نہ پایا۔ ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکیں اور چپ چاپ اس کمرے سے اُٹھ کر چلی گئیں۔ دوسرے دن شوال کی پہلی تاریخ تھی۔ صبح کا وقت تھا۔ آفتاب ابھی بلندی پر نہیں آیا تھا۔ اس کی دھیمی اور سنہری کرنیں دمشق کی عالیشان عمارتوں پر پڑ رہی تھیں۔ مسلمان زرق برق پوشاکیں پہن رہے تھے۔ عطر اور خوشبو لگا کر عیدگاہ جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کہ خلیفۃ المسلمین کے خلوت خانہ کا دروازہ کھلا۔ اور اس میں خلیفہ کی بیوی ام عبد اللہ داخل ہوئیں۔ اُن کے ساتھ تین چار چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ جن کی انگلیاں شہنشاہ بیگم پکڑے ہوئے تھیں۔ خلیفہ نے جو عبادت میں مشغول تھے۔ دیر کے بعد سر اُٹھایا۔ اور بیگم سے مخاطب ہوئے کیوں ام عبد اللہ! خیر ہے؟ تم علی الصباح ان بچوں کو ہمراہ لے کر کیوں آئیں؟

شہنشاہ بیگم۔ یا امیر المومنین یہ بچے رات بھر نہیں سوئے اور صبح تک مجھے بھی بے چین رکھا ہے۔

خلیفہ۔ کیوں۔ کیوں۔ آخر کیا سبب ہے۔ تم نے ان کو سُلا کیوں نہیں دیا۔

شہنشاہ بیگم۔ میں نے ان کو سونے سے ہرگز نہیں روکا۔ یہ خود ہی جاگتے رہے ہیں۔ کل شام سے ذرا پہلے یہ وزیر اعظم کے ہاں جا نکلے تھے۔ اُس کے بچوں کے لئے جو عید کے کپڑے بنائے گئے تھے۔ اُن کو دیکھ کر مچل گئے۔ اور مجھ سے آکر کہنے لگے تم امیر المومنین سے کہو۔ کہ وہ ایسے ہی کپڑے ہم کو بھی بنا دیں۔ چنانچہ رات کو جو میں آئی تھی۔ یہی بات کہنے آئی تھی۔ مگر آپ کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر چُپ چاپ چلی گئی۔ اور میں نے ایک لفظ بھی ان بچوں کی نسبت زبان سے نہ نکالا تھا۔ جب میں یہاں سے واپس گئی۔ تو بچوں نے چاروں طرف سے مجھے گھیر لیا اور پوچھنے لگے۔ کہ اماں جان! تم نے ابا جان سے کیا کہا تھا اور انہوں نے کیا جواب دیا ہے؟ میں نے کہا کہ اس وقت تو میں کوئی بات نہیں کہہ سکی۔ صبح کو جاؤں گی۔ اور تمہاری بات کا جواب لاؤنگی۔ اس پر ان بچوں نے تمام رات نہ مجھے سونے دیا نہ آپ سوئے۔

خلیفہ۔ کپڑے تو اُن کے پاس ہیں۔ آخر یہ کیا پہنے ہوئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ وزیر اعظم کے بچوں کے جیسے کپڑے بنائے گئے ہیں۔ ان کے بھی بنائے جائیں۔ یہ ناممکن ہے۔ بیت المال سے دو درم روزانہ میرے لئے مقرر ہیں۔ وہ میں دے سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ کسی طرح نہیں دے سکتا۔ کیونکہ بیت المال میں جو کچھ ہے۔ وہ مسلمانوں کا ہے۔ میں اپنے حق سے زیادہ کیونکر لے سکتا ہوں۔

شہنشاہ بیگم۔ امیر المومنین۔ کپڑے تو بے شک ان کے پاس ہیں۔ اور اگر ہم اور کپڑے بنوانے بھی چاہیں۔ تو نہیں بن سکتے۔ کیونکہ نماز عید کا وقت قریب ہے۔ ہاں صرف اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ بچوں کو عیدگاہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ دے دیا جائے۔ یہ مجھے بھی معلوم ہے۔ کہ دو درم روزانہ آپ کے لئے بیت المال سے مقرر ہیں۔ اور اس سے زیادہ آپ نہیں لے سکتے۔ مگر ہم تنگی سے گذران کر لیں گے دو درم آج کے اور دو درم کل کے چار درم ان بچوں کے لئے آپ بیت المال سے نکلوا دیں۔ اس سے زیادہ کی سفارش میں بھی نہ کروں گی۔

خلیفہ۔ ام عبد اللہ۔ تم عقلمند ہو کر یہ بات زبان پر لاتی ہو مجھے تعجب ہوتا ہے۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں۔ کہ آج کے درم میں کس طرح بیت المال سے نکلوا سکتا ہوں جبکہ دن ابھی پورا بھی نہیں ہوا۔ اور دوسرا دن وہ تو ابھی شروع بھی نہیں ہوا۔

شہنشاہ بیگم۔ کیا آپ اتنی قدرت بھی نہیں رکھتے۔ کہ اپنی دو دن کی تنخواہ پیشگی خزانہ سے برآمد کرا سکیں۔

خلیفہ۔ (غصہ سے ناراض ہو کر) بیشک میں امیر المومنین ہوں مگر امیر الظالمین کہلانا نہیں چاہتا۔ مجھ کو جو کچھ بیت المال سے ملتا ہے۔ وہ اس بات کا معاوضہ ہے۔ کہ میں مسلمانوں کی خدمت کروں۔ جو دن ابھی پورا نہیں ہوا۔ یا شروع نہیں ہوا اور اُس کی خدمت بھی میں نے انجام نہیں دی۔ پھر میں کیسے اس کے معاوضہ کا مستحق ہو سکتا ہوں۔ یہ چار درم جو تم مجھ سے مانگتی ہو۔ میں اُس حالت میں خزانہ سے نکلوا سکتا ہوں۔ جبکہ تم اس بات کی ذمہ وار ہو۔ کہ میں یہ دو دن زندہ رہونگا اور مسلمانوں کی خدمت انجام دینے کے قابل رہوں گا۔ کیوں ام عبد اللہ کیا تم یہ ذمہ لے سکتی ہو؟

شہنشاہ بیگم اپنے شوہر کی اس معقول دلیل کا کوئی جواب نہیں دے سکتی تھیں۔ چُپ چاپ معصوم بچوں کی انگلیاں پکڑے خلوت خانہ سے نکل گئیں۔ (شریفہ بی بی)

آپ کی آنکھیں آشوب کر آئی ہیں۔

خلیفہ۔ بیشک میرے نفس کا حق بھی میری گردن پر ہے۔ مگر خدا کے اور بندوں کے حق نے میرے تمام اوقات بھر دیئے ہیں۔ اب میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان اوقات میں سے کوئی وقت اپنے آرام کے لئے نکالوں۔ تو قیامت کے دن مجھ سے باز پرس ہوگی۔

شہنشاہ بیگم۔ مگر امیرالمومنین! اپنے نفس کی نسبت بھی تو آپ سے باز پرس ہوگی۔ کیا خدا آپ سے یہ سوال نہیں کر سکتا کہ ہم نے جو روح تمہارے قالب میں پھونکی تھی۔ اور جو جسم تم کو عنایت کیا تھا۔ اس کو آسائش دینا اور اس کو تازہ رکھنا تمہارا فرض تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم نے اپنے نفس کو ذرا بھی آسائش نہیں دی۔ اور تم اس آیت کے مضمون سے غافل ہو گئے۔ جو ہم نے قرآن میں نازل کی تھی۔ اور جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے مسلمانو! تم اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

خلیفہ۔ خیر میں آئندہ سے اس کا خیال بھی رکھوں گا۔ اور اپنے آرام کے لئے کوئی وقت نکال لوں گا۔ مگر سچ پوچھو۔ تو میرا دل ہرگز اس بات کو گوارا نہیں کرتا۔ کہ میں آرام سے سوؤں اور میری رعایا بے آرام ہو۔

شہنشاہ بیگم۔ میں صرف شب بیداری کے لئے ہی نہیں کہتی بلکہ یہ بات بھی یاد دلاتی ہوں۔ کہ امیرالمومنین نے خوراک میں بھی اس قدر کمی کردی ہے۔ کہ جس سے جسمانی طاقت میں دن بدن کمی ہونے کا اندیشہ ہے۔

خلیفہ۔ تمہاری یہ نصیحت بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ میری غذا اسقدر کافی ہے۔ کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں اپنی غذا میں اضافہ کروں۔ تو میری صحت میں فرق آجائیگا۔ نیند بڑھ جائیگی۔ اور سستی اور کاہلی غالب آجائیگی۔ پھر میں اس قابل کہاں رہوں گا کہ رعایا کے اور ملک کے جو فرائض میری گردن پر ہیں۔ اُن کو ہوشیاری سے انجام دے سکوں۔

شہنشاہ بیگم۔ امیرالمومنین۔ یہ میں نہیں کہتی۔ کہ غذا آپ اسقدر بڑھائیں۔ بلکہ میرا منشاء ہے۔ کہ آپ کی صحت بنی رہے۔ اور طاقت بحال رہے۔ مقوی غذا کھانے سے میرا مطلب تھا۔ غذا پر ہی موقوف نہیں ہے۔ آپ کا لباس بھی بہت پرانا اور میلا ہو گیا ہے۔ اور میں پیوند لگاتے لگاتے تھک گئی ہوں۔ آپ جب امیرالمومنین ہیں۔ تو آپ میں اسقدر مقدرت نہیں کہ نئی قمیص آپ بنا سکیں۔ اور پرانی قمیص کو بدل ہی ڈالیں۔

خلیفہ۔ ام عبداللہ۔ تم مجھے اس نصیحت سے بھی معاف رکھو میں مسلمانوں کے بیت المال پر زیادہ بوجھ نہیں ڈال سکتا۔ آخر قیامت کے روز میں اس بات کا کیا جواب دوں گا۔ کہ میں نے کافی سے زیادہ روپیہ بیت المال سے صرف کر ڈالا ہے۔ حالانکہ میرا کوئی حق نہ تھا۔ کیا تم کو خبر نہیں۔ کہ خلفائے راشدین کے مرنے کے بعد اُن کے گھروں سے کوئی قیمتی چیز نہ نکلی تھی۔ اور جو ضروری سامان اُن کے پاس تھا۔ وہ بھی بیت المال میں داخل کر دیا گیا۔ کیا تمہارے نزدیک میرا درجہ خدا کے سامنے اُن سے زیادہ ہے؟ اور کیا میں اس بات کا [illegible] ہوں۔ کہ اپنا بوجھ بیت المال پر ڈالوں۔ اور اس کے معاوضہ میں خلافت کا کام کروں؟

شہنشاہ بیگم یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئیں۔ پھر انہوں نے چاہا کہ بال بچوں کے لئے عید کا خرچ طلب کریں۔ مگر چونکہ خلیفہ کا مزاج درست نہ پایا۔ ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکیں اور چپ چاپ اس کمرے سے اُٹھ کر چلی گئیں۔ دوسرے دن شوال کی پہلی تاریخ تھی۔ صبح کا وقت تھا۔ آفتاب ابھی بلندی پر نہیں آیا تھا۔ اس کی دھیمی اور سنہری کرنیں دمشق کی عالیشان عمارتوں پر پڑ رہی تھیں۔ مسلمان زرق برق پوشاکیں پہن رہے تھے۔ عطر اور خوشبو لگا کر عیدگاہ جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کہ خلیفۃ المسلمین کے خلوت خانہ کا دروازہ کھلا۔ اور اس میں خلیفہ کی بیوی ام عبداللہ داخل ہوئیں۔ اُن کے ساتھ تین چار چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ جن کی اُنگلیاں شہنشاہ بیگم پکڑے ہوئے تھیں۔ خلیفہ نے جو عبادت میں مشغول تھے۔ دیر کے بعد سر اُٹھایا۔ اور بیگم سے مخاطب ہوئے کیوں ام عبداللہ! خیر ہے؟ تم علی الصباح ان بچوں کو ہمراہ لے کر کیوں آئی ہو؟

شہنشاہ بیگم۔ یا امیرالمومنین یہ بچے رات بھر نہیں سوئے اور صبح تک مجھے بھی بے چین رکھا ہے۔

خلیفہ۔ کیوں۔ کیوں۔ آخر کیا سبب ہے۔ تم نے ان کو سُلا کیوں نہیں دیا۔

شہنشاہ بیگم۔ میں نے ان کو سونے سے ہرگز نہیں روکا۔ یہ خود ہی جاگتے رہے ہیں۔ کل شام سے ذرا پہلے یہ وزیراعظم کے ہاں جا نکلے تھے۔ اُس کے بچوں کے لئے جو عید کے کپڑے بنائے گئے تھے۔ اُن کو دیکھ کر مچل گئے۔ اور مجھ سے آکر کہنے لگے تم امیرالمومنین سے کہو۔ کہ وہ ایسے ہی کپڑے ہم کو بھی بنا دیں۔ چنانچہ رات کو جو میں آئی تھی۔ یہی بات کہنے آئی تھی۔ مگر آپ کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر چپ چاپ چلی گئی۔ اور میں نے ایک لفظ بھی ان بچوں کی نسبت زبان سے نہ نکالا تھا۔ جب میں یہاں سے واپس گئی۔ تو بچوں نے چاروں طرف سے مجھے گھیر لیا اور پوچھنے لگے۔ کہ اماں جان! تم نے ابا جان سے کیا کہا تھا اور انہوں نے کیا جواب دیا ہے؟ میں نے کہا کہ اس وقت تو میں کچھ بات نہیں کہہ سکی۔ صبح کو جاؤں گی۔ اور تمہاری بات کا جواب لاؤنگی۔ اس پر ان بچوں نے تمام رات نہ مجھے سونے دیا نہ آپ سوئے۔

خلیفہ۔ کپڑے تو اُن کے پاس ہیں۔ آخر یہ کیا پہنے ہوئے ہیں رہی یہ بات کہ وزیراعظم کے بچوں کے جیسے کپڑے بنائے گئے ہیں۔ ان کے بھی بنائے جائیں۔ یہ ناممکن ہے۔ بیت المال سے دو درم روزانہ میرے لئے مقرر ہیں۔ وہ میں دے سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ کسی طرح نہیں دے سکتا۔ کیونکہ بیت المال میں جو کچھ ہے۔ وہ مسلمانوں کا ہے۔ میں اپنے حق سے زیادہ کیونکر لے سکتا ہوں۔

شہنشاہ بیگم۔ امیرالمومنین۔ کپڑے تو بے شک ان کے پاس ہیں۔ اور اگر ہم اور کپڑے بنوانے بھی چاہیں۔ تو نہیں بن سکتے۔ کیونکہ نماز عید کا وقت قریب ہے۔ ہاں صرف [illegible] بات کی ضرورت ہے۔ کہ بچوں کو عیدگاہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ دے دیا جائے [illegible] مجھ کو معلوم ہے۔ کہ دو درم روزانہ آپ کے لئے بیت المال سے مقرر ہیں۔ اور اس سے زیادہ آپ نہیں لے سکتے۔ مگر ہم تنگی سے گذران کر لیں گے دو درم آج کے اور دو درم کل کے چار درم ان بچوں کے لئے آپ بیت المال سے نکلوا دیں۔ اس سے زیادہ کی سفارش میں کبھی نہ کروں گی۔

خلیفہ۔ ام عبداللہ۔ تم عقلمند ہو کر یہ بات زبان پر لاتی ہو مجھے تعجب ہوتا ہے۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں۔ کہ آج کے درم میں کس طرح بیت المال سے نکلوا سکتا ہوں جبکہ دن ابھی پورا بھی نہیں ہوا۔ اور دوسرا دن وہ تو ابھی شروع بھی نہیں ہوا۔

شہنشاہ بیگم۔ کیا آپ اتنی قدرت بھی نہیں رکھتے۔ کہ اپنی دو دن کی تنخواہ پیشگی خزانہ سے برآمد کرا سکیں۔

خلیفہ۔ (غصہ سے ناراض ہو کر) بیشک میں امیرالمومنین ہوں مگر امیرالظالمین کہلانا نہیں چاہتا۔ مجھ کو جو کچھ بیت المال سے ملتا ہے۔ وہ اس بات کا معاوضہ ہے۔ کہ میں مسلمانوں کی خدمت کرتا ہوں۔ جو دن ابھی پورا نہیں ہوا۔ یا شروع نہیں ہوا اور اُس کی خدمت بھی میں نے انجام نہیں دی۔ پھر میں اس کے معاوضہ کا مستحق ہو سکتا ہوں۔ یہ چار درم جو تم مجھ سے مانگتی ہو۔ میں اُس حالت میں خزانہ سے نکلوا سکتا ہوں۔ جبکہ تم اس بات کی ذمہ وار بنو۔ کہ میں یہ دو دن زندہ رہونگا اور مسلمانوں کی خدمت انجام دینے کے قابل رہوں گا۔ کیوں ام عبداللہ کیا تم یہ ذمہ لے سکتی ہو؟

شہنشاہ بیگم اپنے شوہر کی اس معقول دلیل کا کوئی جواب نہیں دے سکتی تھیں۔ چپ چاپ معصوم بچوں کی انگلیاں پکڑے خلوت خانہ سے نکل گئیں۔ (شریف بی بی)

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیز وطراری۔ مریضوں کی آہ وزاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے۔ کہ الامان۔ لیکن ہمارا کام صرف باتوں سے ہی نہیں چلتا۔ ہم پہلے مفت دوا دیتے ہیں۔ اور آزماؤ۔ پھر منگاؤ بھلا اس میں بھی دھوکہ ہے۔ قوائے تناسل کے متعلق ان لوں مختلف بیماریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکائت ہے۔ ہم نے اس مرض کے لئے یہ معجون تیار کی ہے۔ جس کے چند روزہ استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل انشاءاللہ فوراً رفع ہوتے ہیں۔ اور ہر قسم کی شکائت کے لئے انشاءاللہ مفید ہے۔ ہمارا کام یہ نہ تھا۔ کہ لکھ ماریں۔ جواہرات سے تیار ہوتی ہیں۔ اول نمونہ مفت منگائیے۔ پھر اگر شفا ہو۔ تو طلب فرمائیے۔ قیمت فی بکس عہ

طلاء طلسمی۔ پیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچتی ہے ہمارے اس طلاء سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور معجون طلسمی کھائیں۔ انشاءاللہ اس کو مفید پائیں گے۔ قیمت ۶ ماشہ عہ

سرمہ سلیمانی۔ آنکھوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنے والا اور قوت بصارت بڑھانے والا۔ قیمت فی تولہ ۸/

سنون دندان۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا۔ قیمت فی بکس

حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ مطب گڈھ ضلع دہلی

کیا آپ بیمار ہیں؟

جبکہ آپ کی طبیعت درست نہ ہو۔ اس سے کچھ بحث نہیں۔ کہ کونسی آپ کو شکائت ہے۔ آپ ضرور خود سے یہ سوال کیجیئے۔ کہ آیا دن بھر میں ایک دست صاف ہو جاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ تو رات کو سوتے وقت دو یا تین ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنر پلس) کھا لیجیئے۔ دوسرے روز صبح کو دست صاف ہوگا۔ اور بیشتر کی نسبت آپ کو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا۔ قبض کی وجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ دیر تک رہتے ہیں۔ اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں۔ جو دُنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے۔ اس سے بخوبی سمجھا جائے گا۔ کہ کیوں قبض سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جگر کی شکائت۔ ہیجان۔ سفرا۔ صفراوی یا تپ۔ بدہضمی۔ پٹھوں کی کمزوری جسم کی نقاہت۔ امراض قلب یعنی دل۔ دوار یعنی چکر آنا۔ دردسر۔ نفخ یعنی کھٹی ڈکاریں آنا۔ مستورات کی بیماریاں۔ اگر بہت عرصہ یہی حالت رہے۔ تو خون کثیف ہو جاتا ہے۔ اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتی ہے۔ ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنر پلس) نباتات سے نباتات سے بنائی گئی ہیں۔ اور مذکورۃ الصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں۔ کیونکہ وہ فاسد اور زہریلے اجزوں کو نکالتی ہیں۔ جگر کو قوت عطا کرتی ہیں۔ قیمت فی شیشی ۱۴ر و ۱۲ر ۱۲ر والی شیشی میں ۱۶۰ گولیاں ہیں۔ جو ۱۴ر والی شیشی سے پنجگنی ہیں۔

۱۲ر والی شیشی

ڈون پی او باکس نمبر ۲۰ بمبئی

سے طلب کرو۔

پانچ روپے سے دو لاکھ روپے کس طرح ہو گئے؟

یہ کل کی بات ہے۔ کہ میں ایک معمولی حیثیت کا انسان گنا جاتا تھا۔ آج ان سطروں کے سامنے صرف ایک مفید ایجاد سے دس ہزار نہیں۔ پچاس ہزار نہیں۔ بلکہ پورے دو لاکھ روپے کی جائیداد کا بلا شرکت غیرے مالک و مختار ہوں۔ میری کامیابی کا راز روح حیات کی ایجاد ہے۔ چند سال ہوئے کہ میں نے پانچ روپے کے سرمایہ سے روح حیات کی تجارت شروع کی تھی۔ اور آج تک پورے دس لاکھ روپے کا فروخت ہو چکا ہے۔ جس شخص نے میری اس ایجاد کا استعمال کیا ہے۔ وہ تمام عمر کیواسطے روح حیات کا مجسم اشتہار بن گیا ہے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور میری تین یوم کی آمدنی ۱۸۳ روپے تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جب تک کوئی دوائی شرطیہ مفید نہ ہو۔ اس کی اس قدر کثرت سے بکری ناممکن ہے۔ بقول حضرت داغ دہلوی کہ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جو آجتک روح حیات کے مجرب فوائد اور شرطیہ نتائج سے محروم رہا ہے۔ سُنئے روح حیات کیا چیز ہے؟ روح حیات میں وہ طاقت بھری ہے۔ کہ ہاتھی اور شیر کا مقابلہ اُس کے پینے والے کو آسان ہے۔ کیا آپ نے نہیں سُنا۔ کہ جناب ڈاکٹر میجر بی ناتھ صاحب بہادر لفٹنٹ سرجن انڈین میڈیکل سروس حضور شاہ ایڈورڈ ہفتم اور گورنمنٹ انگلشیہ کے معزز عہدہ داروں وغیرہ اصحاب نے روح حیات کو طاقت میں بے نظیر مانا ہے۔ روح حیات رگ وریشہ میں تحریک دیکر ہڈیوں کے گودے فاسفورس کو چمکاتا ہے اور خون صالح بکثرت پیدا کرکے اعصاب کی سُستی کو اپنی بجلی کی لاگ سے چاق وچوبند کرکے ہر انسان کو ایسا صحیح وتندرست بنا دیتا ہے۔ کہ پھر حوادث زمانہ اگر تلواریں بھی ماریں۔ تو پٹ ہو کے آب ہو جاویں۔ ہندوستان وانگلستان اور ممالک غیر کے بہترین اور مانے ہوئے ڈاکٹروں۔ میڈیکل کالج کے لیکچراروں۔ معزز عہدہ داروں۔ سلطنت کے سرٹیفکیٹوں اور باوجود امتیازانہ مدت کے استعمال ہونے پر بھی دن بدن ترقی کرتی ہوئی مانگ اور ۸۸۳ روپے روح حیات کی تین دن کی بکری سے کون ہے۔ جو یہ نتیجہ نہ نکالے۔ کہ روح حیات اس وقت انسان کی دوبارہ زندگی کے لئے لاثانی دوا نہیں ہے۔ بچپن کے زمانہ یا جوانی کی بے پرواہ حالت میں بوجہ بے اعتدالیوں یا خلاف قاعدہ قانون قدرت عامل ہونے سے جو لوگ مرض کمزوری اعصاب پیدا کرکے دُنیا کی تمام لذتوں سے محروم ہو بیٹھے ہوں۔ ان کے لئے روح حیات تریاق کامل تیر بہدف دوا ہے۔ یہ نہ صرف دوا ہی ہے۔ بلکہ اعصاب کی ایک طاقت افزا غذا ہے۔ یہ وہ مقوی روح ہے۔ جو کثرت خواہشات اور طفولیت کی نادیا حرکات سے لاحق ہو گئی ہوں۔ اُن کے لئے روح حیات اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ نامردی۔ ضعف باہ۔ ضعف مثانہ۔ جریان۔ سرعت۔ رقت۔ ضعف اعصاب۔ ضعف معدہ ضعف دماغ۔ ضعف جگر۔ ذیابیطس اور اختلاج قلب کے واسطے روح حیات بمنزلہ تریاق کے ہے۔ جسمانی کمزوری۔ لاغری بے رونقی اور زردی چہرہ کے لئے اگر اسے تمام مقوی دواؤں پر ترجیح دی جائے تو بجا ہے۔ حلق سے اُترتے ہی اس کا اثر خاص اُن اعضاء پر پڑتا ہے جن پر قوت باہ کا مدار ہے۔ بزدل کو جوانمرد۔ جوان مرد کو ممتاز اور بوڑھے کو صاحبکار بنانا اسی روح کا کام ہے۔ اس کے استعمال سے علی العموم اولاد نرینہ پیدا ہوتی ہے۔ روح حیات کی حیرت انگیز شہرت اور کثرت خریداری کو دیکھ کر لوگ مجھے کیمیا گر کے نام سے پکارتے ہیں۔ قیمت فی شیشی روح حیات دو روپے آٹھ آنہ (عہ)

روح حیات کے علاوہ ایک اور عجیب الاثر دوائی "روغن دافع سستی" موجود ہے۔ جو صرف بیرونی استعمال سے مردہ اعصاب کو زندہ کرتا ہے۔ رگوں پٹھوں کی سستی اور لاغری بے رونقی وغیرہ دور ہو کر معزولہ طاقت بحال ہو جاتی ہے۔ مایوس مریضان نامردی کو مرد کامل بناتا ہے اور لطف یہ کہ پھر عمر بھر کسی اور دوائی کے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت روغن دافع سستی شیشی کلاں چار روپے چار آنہ (للعہ) شیشی خورد دو روپے دو آنہ (عہ)

یہ دونوں دوائیں حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر کیمیا گر پروپرائٹر شفاخانہ عام لاہور سے طلب کرو۔